UNIVERSAL LIBRARY
OU_188883
UNIVERSAL LIBRARY
9105م
ت ع

OUP—43—30-1-71—5,000

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. 91ص ک ع Accession No. U 1234

Author عباس شروانی

Title تاریخ تہذیب اردو

This book should be returned on or before the date last marked below.

بمن صانع مکین و مکان بفضل خالق زمین و زمان اعنی ۶۹۵

حسب

تاریخ دول یورپ

۱۳۱۳ ہجری

۶ حصہ کامل

در مطبع انصاری واقع دہلی ۱۳۱۳ بطبع متین مقبول اہل جہان شد

حق کاپی رایٹ محفوظ تعداد جلد قیمت ۸

مختصر فہرست کتب مطبع انصاری دہلی

نام کتاب	قیمت
قرآن شریف	
حمائل شریف مصرا۔ یہ قابل دید اور انوکھی سب سے نرالی بے نظیر حمائل جو نفس الامر طرح کی عمدگی میں ضرب المثل اور کحل الجواہر حضرت انسان کے لیئے بلکہ حور و غلمان کے لیئے بھی توتیائے چشم ہے مدد غیبی او مالک مطبع کی علو ہمتی سے طبع ہو کر بموجب درج ذیل ہدیہ کیجاتی ہے. کاغذ سفید بلا حاشیہ غیر مجلد علاوہ محصول	[illegible]
ایضاً حاشیہ غیر مجلد علاوہ محصول	[illegible] ۱۰/
ایضاً کاغذ نیلگوں غیر مجلد علاوہ محصول	[illegible] ۱۲/
قیمت جلد سادہ	۸/
ایضاً نقرہ	۱۲/
ایضاً طلائی	[illegible]
قرآن شریف مترجم بخط گجراتی۔ یہ قرآن شریف اہل گجرات و بمبئی وغیرہ کی سہولت کیواسطے چھاپا گیا ہے مطبع انصاری دہلی کے علاوہ بمبئی کے نامی تاجروں بمبئی سے ملسکتا ہے قیمت بہت ہی کم رکھی گئی ہے یعنے	[illegible]
قرآن شریف مترجم بترجمہ لفظی و برحاشیہ تفسیر حسینی فارسی قیمت	[illegible]
قرآن شریف مترجم ترجمہ شاہ عبدالقادر صاحب مع موضح القرآن قیمت	[illegible]
ایضاً کاغذ فلسکیپ قیمت	[illegible]
قرآن شریف بتقطیع خورد دو ترجمہ ایک فارسی شاہ ولی اللہ صاحب کا دوسرا اردو شاہ عبد القادر صاحب کا	[illegible]
پارہ الم مترجم بہت جلی و برحاشیہ تفسیر تیسیر البیان اردو	[illegible]
پارہ الم و عم ہر دو مترجم قیمت فی پارہ	۱۲/

نام کتاب	قیمت
کتب تفاسیر	
تفسیر بیضاوی برحاشیہ جلالین مصری قیمت	[illegible]
تفسیر ابن عربی قیمت	[illegible]
تفسیر کبیر مصری قیمت	[illegible]
تفسیر جامع البیان قیمت	[illegible]
ترجمان القرآن اردو حصہ اول قیمت	[illegible]
ایضاً حصہ دوم از سورہ آل عمران تا آخر سورہ نسا قیمت	[illegible]
ایضاً حصہ سوم از سورہ مائدہ تا آخر سورہ انعام قیمت	[illegible]
ایضاً حصہ چہارم از اعراف تا ختم پارہ واعلموا قیمت ...	[illegible]
ایضاً حصہ پنجم از یعتذرون تا آخر سورہ یوسف قیمت	[illegible]
ایضاً حصہ ششم از سورہ رعد تا آخر سورہ نحل قیمت	[illegible]
ایضاً حصہ اخیر پارہ تبارک و عم قیمت	[illegible]
تفسیر عزیزی فارسی پارہ عم قیمت	[illegible]
ایضاً پارہ تبارک الذی قیمت	[illegible]
ایضاً دو پارہ اول قیمت	[illegible]
تفسیر فوز الکبیر لاہوری	۵/
کتب حدیث	
بخاری شریف مع شرح فتح الباری قیمت	[illegible]
بخاری شریف مصطفائی قیمت	[illegible]
مقدمہ فتح الباری قیمت	[illegible]
مسلم شریف مع شرح نووی قیمت	[illegible]
ایضاً کاغذ خاکی قیمت	[illegible]
سنن ترمذی بہت صحیح قیمت	[illegible]

این ہدیہ بہ ابو القاسم السید محمد رفیع جا قبول فرمائید ۲۶ محرم سنہ ۱۳۱۵ ہجری

لقد کان فی قصصہم عبرۃ لاولی الالباب

حالات عجائبات اورنگ آباد دکن از تالیفات عالم ربانی مولانا ابو الفضل محمد عباس شروانی مسمی بہ

Checked 1975

حسب ۱۳۱۳ھ

تاریخ دلپذیر اردو

حصہ اول

حسب الحکم جناب عالم متبحر مولانا مولوی محمد عبد المجید سلمہ بہ المجید دہلوی ۱۳۱۳ھ

در مطبع انصاری واقع دہلی بکمال خوبی و خوش اسلوبی مطبوع گردید

حسب ۱۳ ہجری ۱۳
تاریخ دل چسپ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی نبیہ الکریم

بعدازیں مخفی نرہے کہ آب و رنگ گلشن وداد محب صادق دوست واثق عالم فائق فاضل لائق جناب مولوی **محمد عبد المجید** دہلوی مالک مطبع انصاری سلمہ اللہ الباری نے پہلے تاریخ اسپین اور تاریخ سیلان تالیف ہیچمدان کو طبع کیا۔ پھر خاکسار **محمد عباس** سے فرمایا کہ آپ کی تالیفات سے تاریخ دل چسپ اسم باسمی نہایت دلچسپ کتاب ہے۔ اسکو چند حصوں پر منقسم کر دیجیے تو میں ملاحظہ شائقین باتمکین کے واسطے چھاپ کر شائع کروں بندہ نے مطابق درخواست عمل کیا۔ پہلا حصہ یہی ایس میں کیفیت موجودہ شہر اورنگ آباد دکن اور قلعہ دولت آباد و قصبہ خلد آباد روضہ و عمارت قدیم الیوم مرقوم ہے ان فی ذلک لآیت لقوم یعقلون

شہر اورنگ آباد کو محی الدین اورنگ زیب عالمگیر نے ابسایا ہے۔ آب و ہوا نشاط افزا شہر پناہ محکم

ابواب متعدد ہیں۔ خجستہ بنیاد اسکی تاریخ لوگ کہتے ہیں جسکے عدد ایک ہزار ایک سو تینتیس ہوتے
ہیں یہ بات غلط ہے۔ عالمگیر گیارھویں ماہ ذیقعدہ الحرام سنہ ۱۰۲۹ ہجری کو احمد آباد گجرات میں پیدا ہوا
تاریخ ولادت آفتاب عالمتاب ہے اور غرہ ذیقعدہ سنہ ۱۰۶۸ ہجری میں اپنے والد شہاب الدین شاہجہان بادشاہ
کو قلعہ آگرہ میں قید کرکے خود تخت نشین ہوا اور ۲۸۔ ذی القعدہ سنہ ۱۱۱۸ ہجری شہر احمد نگر دکن میں مرگیا
اور خلد آباد روضہ میں دفن ہوا زمانہ شاہزادگی میں بیشتر برہان پور خاندیس میں رہتا تھا یقیناً اُسنے
اس شہر کو زمانہ شاہزادگی میں آباد کیا ہے۔ اورنگ آباد کے چوک میں جو نواب شایستہ خاں کی مسجد
ہی اُسپر سال بنائے مسجد سنہ ۱۰۶۲ ہجری کندہ ہیں۔

المختصر دم تالیف کتاب ہذا موسوم و مورخ بتاریخ دلچسپ ۱۳۱۰ یہ شہر بقدر دو ثلث ویران اور ایک ثلث
آباد ہے۔ نہر آب شیریں تمام شہر میں جاری مکانات بوضع قدیم مغلی خوشنما سوادِ شہر کثرت باغات سے
سرسبز انگور انجیر نارنج وغیرہ میوہ جات بافراط پیدا ہوتے ہیں۔ عمارات کہنہ سے قابل تعریف شایستہ خاں
کی مسجد ہے یہ ابیات اُسپر کندہ ہیں

ابیات

زہے نیک بختے کہ از نیک رائی	بنا کرد مسجد باین دلکشائی
شرف داد شایستگی را وجودش	چو خورشید مہ را دہد روشنائی
پئے حق پرستی نہاد این بنا را	کہ چون کعبہ شد در مبارک بنائی
دو کام از تو با حق دو رکعت نماز است	برو راہ این است راہ رسائی
بزن در کہ حاجت ازین جا برآید	کہ شد این بنا بہر حاجت روائی
درین جا چو خورشید روشن دلان را	سر سر بلندی دہد جبہ سائی

همه نور آید چو طور از تجلے — خدا بین شوی گر چو موسی درائی
زند طعنه در بهجت مرغ عیسے — ز فیض طوافش نظل همائی
بشهر آب داده دو حوض روانش — چو انهار جنت پی جان فزائی
سزد گر بنازند اهل زمانه — که شد زینت عالم بادشاهی
چو تاریخ جستم خرد گفت یعنی — ببین دل کشا جاے حاجت روائی

کتابه پیش دالان

مسجد شایسته جنت فضا — در جهان شایسته خان کرده بنا
همچو قدر همت و بخشش بلند — دلنشین و دل کشا و دل پسند
پایه اش بر آسمان هفتمین — آسمان در پایه قدرش زمین
پنج نوبت میزنند دین بر درش — بر تر از نه آسمان رفته سرش

کتابه اندرون دالان مسجد

همچو کعبه ابر بخش و جرم سوز — همچو صبح از نور دین عالم فروز
از عطا حاجت روای پایه اش — آسمان آورده رو در سایه اش
سایه از رفعت فگنده بر سما — در دل کن چون ربدن دل کرده جا
تاجور چون آسمان از آفتاب — تاجداران از سجودش کامیاب
تاجش از قدر آمده خورشید سای — سایه تاجش شده خورشید را
تاجدارے را چو خورشید افتخا — تاجداران سر بخاکش سایه را

نقطهٔ دورِ فلک آمد سرش ‌‌ | سجده گاهِ آفتاب و ماه درش
پیش طاقش مشرق صبح مراد ‌‌ | گشت خورشید آنکه بر در سر نهاد
در طوافش آسمان سر بلند ‌‌ | چون بکعبه محرمان احرام بند
سرکشان را کار سر افگندگی ‌‌ | اندرین مسجد برای بندگی
چون بفیضِ دلکشائی شد مثل ‌‌ | می شود با کعبه این مسجد بدل
سربلند آن روی فرسا بر زمین ‌‌ | همچو نور مهر و چون ماه مبین
از زمین تا عرش رفته بی حجاب ‌‌ | از سعادت چون دعای مستجاب
گنبدش چون سر ز بام افراخته ‌‌ | نور بر عالم چو مهر انداخته
سطح صحن از عکس نقش جبه‌ها ‌‌ | آسمان بخت را اختر نما
مهر تابان بلبل گلدسته‌اش ‌‌ | بلبل و گل عاشق دل خسته‌اش

کتابه جانب جنوب مع تاریخ

روی آورده بدیوار آفتاب ‌‌ | چون بآئینه نکوروی نقاب
خور چو بر دیوار مسجد تافته ‌‌ | قدر نورِ خویش را دریافته
چون شدم در فکر تاریخ بنا ‌‌ | آمده یمنی بگوشم این صدا
یافت کار از حد تاریخ انتظام ‌‌ | مسجد از لطفِ الٰهی شد تمام

کتبه مرزا محمد بن محمد شریف یمنی سنه ۱۰۶۵

اور اس مسجد کے صحن میں دو حوض ہیں لوگ کہتے ہیں کہ جو حوض جانب شمال ہے اُسمیں سے اکثر شہر

کے حوضوں میں پانی جاتا ہے۔ اور اسکے بعد قابل ذکر مسجد شاہ گنج ہے اُسکے صحن میں ایک
دوسرے سے پیوستہ دو حوض ہیں ایک چھوٹا ایک بڑا۔ چھوٹے حوض کا پانی صاف و شفاف ہے
اور بڑے حوض کا میلا ہے۔ خدام مسجد سے معلوم ہوا کہ پہلے دونوں حوضوں میں دو نہروں سے پانی آتا
تھا اب ایک نہر سے جاری ہے جسکا پانی چھوٹے حوض میں آتا ہے اور وہاں سے کسیقدر بڑے حوض
میں جاکر جمع ہوتا ہے اور اسکا کہیں مخرج نہیں ہے اس واسطے رُکا رہتا ہے اور ان دونوں حوضوں
میں مچھلیاں کثرت سے ہیں لوگ نخود و گندم و برنج برشتہ لاکر ڈالتے ہیں مچھلیاں کھاتی ہیں مسجد
عالمگیر کی بنوائی ہوئی ہے اسمیں یمین و یسار دو بڑی بڑی خانقاہیں پختہ بنی ہوئی ہیں۔ اسکے سوا نمونہ
روضہ تاج گنج اکبرآباد رابعہ دورانی کا مقبرہ قابل دید اور لائق تعریف ہے جسکو عالمگیر نے بنوایا ہے
زوجہ عالمگیر کا نام دِل رَس بانو دختر شاہ نواز خاں صفوی ہے اس مقبرہ کے دروازے پر سنہ ۱۱۰۱ھ
کندہ ہیں یقیناً عالمگیر کے بعد تعمیر ہوا ہے کس لیئے کہ عالمگیر سنہ ۱۱۱۸ھ میں فوت ہوا ہے وہاں کے
ایک محافظ سے معلوم ہوا کہ احاطہ مقبرہ کی کل زمین چھتیس ۳۶ ہزار گز مربع مکسّر ہے اسمیں متعدد چمن اور
حوض سنگین ہیں کواڑ دروازہ احاطہ کا برنجی ہے اور ایک ترجمہ تاریخ انگریزی سے واضح ہوا وہ لکھتا ہے کہ
رابعہ زوجہ عالمگیر کے مقبرہ کے آس پاس ایک دلکشا باغ ہے اسمیں پانی کی نہر جاری ہے آبشار حوض عمدہ
بنے ہوئے ہیں فوارے چھُٹ رہے ہیں دروازہ شاندار ہے اُسمیں برنجی کواڑ لگے ہوئے ہیں مقبرہ
کا چبوترہ وسیع ہے اُسکے کونوں پر چار مینار اڑتالیس ۴۸ اڑتالیس فٹ مدوّر بہتّر ۷۲ بہتّر ۷۲ فٹ کے بلند ہیں
اور اُنکے اندر زینہ پیچدار میناروں پر چڑھنے کا بنا ہوا ہے ایک سو بائیس ۱۲۲ بائیس ۱۲۲ سیڑھیاں ہیں میناروں
پر سے دور دور کے باغات اور مکانات نظر آتے ہیں وسط چبوترہ پر عمارت روضہ بہتّر ۷۲ فٹ مربع ہے

اسکی چاروں طرف تین تین دراور اوپر سنگ مرمر کا قبہ ہے در تیرہ فٹ بلند اور چھ چھ فٹ چار چار انچ چوڑے ہیں فرش سے پانچ فٹ کی بلندی تک اس عمارت میں سنگ مرمر لگا ہے اور جگہ جگہ کندہ کاری ہے مقبرہ کے بیچ میں زیر گنبد تعویذ مرقد سنگ مرمر کا بہت خوب صورت بنا ہوا ہے یہاں سے چوبیس سیڑھیاں نیچے اُتر کر تہ خانہ کے بیچ میں اصلی قبر ہے اسکے گرد روشنی کیواسطے جالیاں لگی ہیں یہ عمارت غالبًا پندرہ سولہ لاکھ کے صرف سے بنی ہوگی عالمگیر نے یہ مقبرہ اپنی ہمت کے موافق تعمیر کرایا ہے اور شاہجہان نے تاج گنج اپنی ہمت کے موافق بصرف روپیہ آگرہ میں لب دریاے جمنا بڑی فضا کی جگہ بنایا ہے۔ مختصر و مجمل حال اس جگہ کا یہاں پر مناسب مقام سمجھکر لکھتا ہوں

اس مقبرہ کے درمیان ایک باغ وسیع جسکی روشیں پختہ حصار مستحکم بروج خوشنما دروازہ رفیع الشان ہے۔ سنگ مرمر کا چبوترہ نو سو فٹ لمبا اور تیس فٹ اونچا بنا ہوا ہے اُسپر عمارت روضہ ہشت پہل ہے مغرب رو مسجد مشرق رو تسبیح خانہ ہمشکل واقع ہیں اسکی شان و شوکت قابل دید ہے اور چبوترہ روضہ کے چاروں کونوں پر مینار ہر ایک ڈیڑھ سو فٹ بلند اور ہر منار کی جسامت کے اندر زینہ چکردار تا بالاے برج منار ہے۔ اور وسط چبوترہ کی ثمن عمارت مزار یک لخت سنگ مرمر کی پانسو ستر فٹ کے دَور میں ایسی خوشنما ہے کہ دنیا میں اسکا نظیر و عدیل نہیں اور تہ خانہ میں تاج بی بی مخاطب بہ ممتاز محل اور شاہجہان کی قبر ہے اسکی گلکاری و پچی کاری اور تمام مقبرہ کی صناعی و حجاری عجائبات عالم سے ہے سنگہاے رنگا رنگ کے ایسے بیل بوٹے در و دیوار پر بنے ہیں کہ موقلم سے منقوش معلوم ہوتے ہیں۔ اس عمارت کے گنبد کا قطر ستر فٹ کا ہے اور کلس سنہری تیس فٹ کا لگا ہوا ہے

اور دروازۂ باغ سے تا چبوترۂ مقبرہ دوروش کے بیچ میں ایک حوض مستطیل ہے اُسمیں برابر فوارے نصب ہیں اور پھر دوسرا ایک حوض مربع سنگ مرمر کا واقع ہے اور محراب دروازہ پر جو بخط ثلث سورۂ والفجر کندہ ہے اُسکا خط تعریف سے مستغنی ہے۔ حروف سنگ موسی تراش کر ایسے جڑے ہیں کہ مثل اُسکے ایک لفظ قلم سے لکھنا دشوار ہے اور تاریخ وفات ممتاز محل یہ ہے۔

زین جہان رفت چو ممتاز محل		در جنت بر خشش حور کشاد	
بہر تاریخ ملائک گفتند		جاے ممتاز محل جنت باد	

اور شہر اورنگ آباد میں مسافر شاہ کا تکیہ بھی دلکشا جگہ ہے اُسکے دروازہ پر یہ بیت کندہ ہے۔

ہمیشہ باد آلہی کشادہ این درگاہ		بحق اشہد ان لا الٰہ الا اللہ	

مسجد دلکش خانقاہ فرح بخش ہے۔ بقول میر غلام علی آزاد بلگرامی استاد نواب ناصر جنگ پسر نواب نظام الملک آصفجاہ جنکا انتقال سنہ ۱۱۲۰ ہجری میں ہوا اور خلد آباد میں قبر ہے محمد عاشور مرید مسافر شاہ نے یہ تکیہ بصرف زر خطیر بنوایا ہے۔ ۲۰۔ رجب المرجب سنہ ۱۱۲۶ ہجری میں مسافر شاہ نے انتقال کیا اُن کی وفات کی تاریخ جو مزار پر کندہ ہے وہ مرزا غیاث بیگ اندجانی متخلص بہ راجی کے کلام سے ہے

مسافر شاہ اقلیم حقیقت		مقیم عرش شد از فرش این طاق	
چو وقت رحلتش آمد از رہ شوق		بحق پیوست ازبس بود مشتاق	
خرد تاریخ سال رحلتش گفت		مسافر شد ز عالم قطب آفاق	

اور شاہ محمد حسین کی قبر پر یہ تاریخ کندہ ہے اور ان کا کچھ حال تاریخی معلوم نہیں ہوا۔ شاید مسافر شاہ کے مرشد تھے +

حبرِ کامل سرآمدِ عرفا	خاص درگاہ ربِ عرشِ مجید
قطب روی زمین و غوث زمان	اخترِ برج سعد شاہ سعید
در نظر داشت دار باقی را	چشم زین دار بی تقا پوشید
سال تاریخ وصل گفت خرد	قصر جنت بود مکان سعید
	سنہ ۱۱۰۶ھ

اس تکیہ مین ایک پن چکی بھی ہی اور ایک حوض عریض وطویل ہے اُسمیں بکثرت مچھلیان ہیں یہان بھی لوگ آکر نخود گندم برنج جوار برشتہ مچھلیوں کو کھلاتے ہیں اور ممانعت ہی کوئی مچھلی اس حوض کی شکار نہیں کرتا۔ دروازہ احاطہ کا نام بڑکل زبان زد ہے اور بدانست بندہ شاید نام اصلی بہار کل ہوگا۔ متولی تکیہ دولتمند جاگیر دار ہے۔ کہتے ہیں کہ اِنکے پاس کتب قلمی عمدہ کا ایک کتب خانہ قابل ملاحظہ ہے۔

حال دولت آباد۔ یہ قلعہ شہر اورنگ آباد سے پانچ کوس کے فاصلہ پر ہے۔ دُنیا میں اِس قلعہ کا نظیر نہیں۔ قدرتی ایک پتھر برابر کوہ ہے اُسے تراش کر قلعہ بنایا ہے۔ بہمن نامہ میں ملا آزری اسفرائینی نے اس قلعہ کی بہت تعریف لکھی ہے۔ بہمن نامہ مثل شاہنامہ ایک تاریخ سلاطین بہمنیہ کی ہے۔ مگر اب یہ نسخہ نایاب ہی سنہ ۱۲۶۳ھ ہجری میں راقم الحروف محمد عباس نے منشی غلام حسین خان جوہر متوطن شہر بیدر مصنف تذکرہ مرآت الشعراء کے کتب خانہ میں چند جزو قلمی اس تاریخ کے دیکھے تھے اور تاریخ فرشتہ میں بھی اس کتاب منظوم کا ذکر تقریباً حال سلاطین بہمنیہ میں مع چند بیت مرقوم ہے اور یہ چند بیت بہمن نامہ کے جو مجھے یاد ہیں وہ یہ ہیں **بیت**

حصارے کہ مثلش ندیدست کس	بود قلعۂ دولت آباد بس

فلک ہمچو سنگی بپایش نہاد ۔ چو سد سکندر بنایش نہاد

فصیلش رسیدہ باوجِ فلک ۔ رہ سیر بستہ بفوج ملک

وزان کوتہ اندیشہای کمند ۔ زاندیشۂ اہل دانش بلند

چو البرز کوہ است در ارتفاع ۔ فصیل بلندش صد و چل ذراع

نقبہای او راگر ارناش دیو ۔ بدیدی زحیرت کشیدی غریو

ارناش ایک نقّاب دیو کا نام ہے جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے لشکر میں ملازم تھا اور سلطان محمد شاہ تغلق نے جب اِس قلعہ کو بزور شمشیر زنارداران دکن سے چھین لیا گرد قلعہ خندق و فصیل و ابواب و بروج و دمدمے بنا کر زیادہ تر حصن حصین شل دیوار روئیں بنا دیا۔ افسوس ایسا قلعہ اب عدم توجہ نظام دکن والی حیدر آباد سے ویران پڑا ہے جو کہنگی و استواری میں ثانی اہرام مصر ہے اور قرائن سے پایا جاتا ہے کہ اسکا اور عمارت ایلور کا بانی ایک شخص ہے۔ سنہ ۱۳۰۰ ہجری میں میرے کرم دوست منشی دلاور علی صاحب مقیم حیدر آباد نے اسکو دیکھکر راقم کو حال لکھ بھیجا اُسکو مع شئی زائد تحقیقات و مشاہدات خود عقلا و مورخین کے ملاحظہ کے واسطے رقم کرتا ہوں۔

کج و راست اِس قلعہ کی چڑھائی ہے تخمیناً بقدر چار میل ہے۔ مشرق رو قلعہ کا صرف ایک دروازہ ہے پہاڑ تراش کر تمام قلعہ بنایا ہے۔ دور سے شل گنبد رفیع نظر آتا ہے اسکا دامن راست بخط عمود اسّی گز سے کم نہوگا۔ خندق اسقدر عمیق ہے کہ پانی مانند چاہ نکل رہا ہے۔ محاذی دروازہ دوہری فصیل ہے جو ربع قلعہ پر محیط ہے۔ اور جہاں جہاں فصیل میں برج ہیں اُنپر دیوار گھوگھٹ کی استوار پشت پناہ ہر برج بنی ہوئی ہے۔ فصیل کے گوشۂ مشرق و جنوب میں کسیقدر آبادی ہے جہاں قلعدار رہتا ہے

باقی تمام قلعہ تمام میدان ناہموار تخمیناً تین کوس کے دور میں ہی اور یہ زمین قابل زراعت بھی نہیں
ہے دروازہ قلعہ کے اندر ایک مکان سنگین بنا ہوا ہے۔ شاید تغلق شاہ کے عہد میں توپ خانہ
ہوگا اب بھی وہاں ٹوٹی پھوٹی خراب خستہ زنگ آلود بے سود بہت سی توپیں پڑی ہیں اور دروازہ کے
سامنے ایک وسیع مستحکم برج ہے۔ اور اس برج کی توپوں کی ایسی زد ہے کہ فوج مخالف کا دروازے
تک آنا دشوار ہے اور اس پہلے دروازے لب خندق سے تا اصل قلعہ قدیم سات دروازے ہیں
جنکا توڑنا اور فوج کے دھاوے کا وہاں تک فصیل و بروج وابواب کی توپوں کی مار سے بچکر
سلامت پہنچنا غیر ممکن ہے اور انکے درمیان جو میدان ہے اُسکے شمال کی طرف ایک منار ہے
جو بدانست مؤلف تاریخ دلچسپ قلعہ کا دیدبان بقاعدہ قدیم ہے کہتے ہیں کہ یہ منارہ نوے (۹۰) گز
بلند ہے اور اسمیں پیچدار زینہ اوپر تک جانے کو بنا ہے اور منار کے سامنے ایک حوض ہے
اُسکا نام ہاتھی حوض ہے۔ اُسمیں پانی ایک تالاب سے بذریعہ نہر آتا ہے جو قلعہ سے تین میل کے
فاصلہ پر واقع ہے۔ اور جانب مشرق حوض ایک مسجد ہے۔ تغلق شاہ نے مندر توڑ کر بنوائی تھی
اور قریب خندق ایک مُحدّب وسیع چبوترہ ہے اُسپر بارہ ہاتھ لمبی ایک توپ دھری ہے اُسکے
دنبالہ پر عمل محمد حسین عرب کندہ ہے اور کمر پر توپ قلعہ شکن اور پیشانی پر محمد ابوالظفر
محی الدین اورنگ زیب عالمگیر شاہ غازی اور دہانہ توپ پر نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ
اور مخفی نہ رہے کہ محمد حسین عرب سرکار عالمگیر میں بڑا کامل استاد توپ ڈھالنے والا تھا اسکے ہاتھ
کی ڈھلی ہوئی توپیں قلعہ آسیر خاندیس و قلعہ احمد نگر دکن و قلعہ بیدر و قلعہ گولکنڈہ وغیرہ میں راقم نے
دیکھی ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ شخص جو توپ ڈھالتا تھا اُسکا نام بھی مناسب رکھتا تھا۔ اور

اپنا نام و اسم بادشاہ وغیرہ سب کندہ کر دیتا تھا۔ چنانچہ قلعہ گولکنڈہ میں ایک توپ پر یہ عبارت

کندہ ہے جو دس ہاتھ لمبی ہے۔ کلہ یک من۔ باروت سیزدہ آثار پاؤ بالا۔ عمل محمد حسین عرب

توپ فتح رہبر جلوس ہمایوں ۱۶ سنہ مطابق ۱۰۸۳ہجری مقدسہ ابوالمظفر محمد محی الدین اورنگ زیب

بہادر بادشاہ غازی۔

اور اِس توپ کے جانب چپ و راست لوگوں کے نشان ہیں۔ جو کسی لڑائی میں کسی قادر انداز توپچی

مقابل نے اسپر مارے ہیں۔

اور ایک توپ قلعہ اسلام نگر میں جو شہر بھوپال سے تین کوس کے فاصلہ پر ہے سات ہاتھ

لمبی بُرج پر دھری ہے اُسپر کندہ ہے۔ کلہ ہشت آثار داروو آثار سی درم بوزن شاہجہانی۔

توپ فتح جنگ۔ ۱۰۹۶ہجری۔ بادشاہ غازی محمد اورنگ زیب بہادر۔ باہتمام شجاعت شعار

ذوالفقار خاں۔ عمل محمد حسین عرب۔

اور شہر بھیلسہ میں ایک توپ سات گز نو گرہ شاہجہانی گز کے ناپ سے میں نے دیکھی اُسپر توپ

فتح لشکر نام کندہ ہے اور وزن چھ سو پچیس ۶۲۵ من لکھا ہے۔

المختصر خندق قلعہ دولت آباد پر پل پختہ مُعَقّر بنا ہوا ہے (بنی گہرا) اگر یہ پل ٹوٹ جاوے تو پھر دوسرا رستہ

درآمد برآمد کا نہیں ہے۔ اِس پُل کی جانب شمال پہاڑ کے اندر ایک قبر ہے جو آب خندق میں ڈوبی

ہوئی ہے کہتے ہیں کہ کسی ولی کامل کی قبر ہے اور اُن کا تصرف یہ ہے کہ اگر کوئی شخص پھول آب

خندق میں کسی جگہ ڈال دے تو وہ بہ کر قبر پر آجاتا ہے اور بقول میر آزاد ملک عنبر حبشی کی قبر جسکا

حال تاریخی تاریخ فرشتہ میں مرقوم ہے قلعہ کے اندر ہے آزاد کا شعر اِس سخن پر دال ہے **شعر**

خط رخسار سیمین خال مشکین درمیان دارد		ملک عنبر بحسن دولت آباد است پنداری	

اور جب خندق و پُل و ابواب و فصیل و برج اور دمدموں سے آدمی گزر کر زیر کوہ قلعہ جاتا ہے وہاں ایک مکان سنگین ملتا ہے اُسکے آگے پہاڑ میں سرنگ لگی ہوئی ہے۔ جسکو وہاں کے لوگ اندھیری کہتے ہیں اور یہاں سے عمارت تغلقی موسوم بدولت آباد ختم ہوکر قلعہ قدیم جسکا اصلی نام دیوگر ہے شروع ہوتا ہے۔ جسکی آمدورفت کا راستہ نقب میں سے ہی۔ یہ نقب تخمیناً ایک گز چوڑی ہے دو آدمی برابر اسمیں چل سکتے ہیں اور روشنی مشعل کے ساتھ اب یہ راہ طے ہوا کرتی ہے اور اس سرنگ میں دونوں طرف طاق کندہ ہیں۔ زمانہ سالف میں جب یہ قلعہ آباد ہوگا ان طاقچوں میں برابر شب و روز چراغ روشن رہتے ہونگے۔ پہلے اندھیری کے اندر تھوڑی دور تک راستہ ہموار روبہ نشیب ہے۔ پھر چڑھاؤ شروع ہوتا ہے۔ اور کچھ دیر کے بعد پہلی اندھیری کا راستہ طے ہوجاتا ہی روشنی نظر آتی ہے وہاں ایک دریچہ ہے اور اس مقام سے پہاڑ سیدھا دیوار کی طرح تراشا گیا ہے دریچہ سے خندق کا پانی دکھائی دیتا ہے۔ اور یہاں سے دوسری اندھیری جو اول سے زیادہ ہی شروع ہوتی ہے۔

منشی سعز نے لکھا ہے کہ جب میں ہر دو نقب سے گزر کر دروازہ بالا حصار پر پہونچا روشنی معلوم ہوئی۔ آسمان نظر آیا۔ وہاں ایک چوپہل آہنی توا قدآدم دیکھا۔ رہبر نے کہا کہ یہ توا قلعہ کا کواڑ ہی وقت جنگ اس توے کو دہن نقب پر لگا کر آگ سلگا دیتے ہیں۔ تمام سرنگ گرم ہوکر نمونہ جہنم ہوجاتی ہی جب تک چند روز میں سرد نہو ممکن نہیں کہ اسمیں کوئی قدم رکھ سکے۔ اس جگہ سے جب میں آگے چلا ایک مکان بوضع مسجد ملا۔ رہبر نے کہا کہ سابق یہ دیبی کا مندر تھا جب اہل اسلام کا قبضہ ہوا تو شاہ علی الدین عرف

سانگڑی سلطان یہاں چلہ نشیں ہوئے۔ اب یہ مکان اُنکے چلہ کے نام سے معروف ہی وہاں سے ہم آگے چلے۔ ایک چھوٹی توپ چرخ پر رکھی ہوئی ملی اور وہاں سے جانب راست ایک ہاتھ عریض راستہ بالاقلعہ میں داخل ہونیکا نظر آیا۔ اُسکے دست راست ایک غار عمیق ہے کہ اُسکی تہ کی طرف دیکھنے سے پاؤں میں لغزش پیدا ہوتی ہے۔ گویا یہ راہ پُلصراط کا نمونہ ہے۔ یہاں آہنی جنگلہ یا آہنی کٹھرہ نصب ہونا لازم تھا۔ بہرحال اُس راہ خوفناک سے مَیں گزرا ایک صاف و شفاف پانی کا چشمہ ملا جسکی تہ میں جو کنکر پتھر پڑے تھے وہ نظر آتے تھے۔ رہبر نے کہا کہ اسکا نام کوڑی کا ٹانکا ہے۔ اسمیں اگر کوڑی ڈالدو تو دکھائی دیتی ہے۔ میں نے پانی پیکر دیکھا شیریں تھا۔ اسکے آگے ایک اور چشمہ ملا جو نصف سے زیادہ زیر آسمان اور نصف سے کے پہاڑ کے اندر ہے اور جسقدر یہ پہاڑ میں ہے وہاں تک ایک ڈال سنگین ستون قائم ہیں گویا ستون پر پہاڑ بجاے چھت دھرا ہے اور اس چشمہ کے پاس ایک سرنگ ہی۔ رہبر نے کہا کہ یہ سرنگ ایلور تک منتہی ہے۔ اگلے زمانہ میں اسی راہ سے آمد و رفت جاری تھی۔ اب برسوں سے یہ راہ مسدود ہے کوئی آتا جاتا نہیں۔ وہاں سے بڑھکر میں بالاے حصار پہنچا۔ وہاں ایک بارہ دری وسیع دیکھی قرینہ سے معلوم ہوا کہ اسکو کسی بادشاہ نے بنوایا ہوگا وہاں سے منتہاے بلندی قلعہ پر سیر کو گیا۔ وہاں ایک توپ چودہ ہاتھ لمبی دیکھی جسپر بخط ہندی کچھ عبارت کندہ ہی۔ رہبر نے کہا اسکا نام دھول دھان ہی اور یہ نام اُسپر کندہ ہی اور یہ بھی کندہ ہے کہ منگلی ولد رگھناتھ نے اِس توپ کو ڈھالا ہے اور ایک توپ اَور دیکھی اُسپر بھی بخط ہندی عبارت کندہ ہی اور تیسری توپ اَور دیکھی اسکا نام کالاکوٹ ہی۔ اُسپر ہندی میں کندہ ہی یہ دیکھکر مَیں بالاے حصار پر سے پھرا۔ میرے پاس اگر دوربین ہوتی تو کوسوں تک کی سیر دیکھتا

پھرتے وقت راہ میں ایک غار دیکھا۔ راہ صرف ایک آدمی کے جانے کی تھی اور زینہ اُس کے اندر جانے کو مثل تہ خانہ بنا ہے۔ رہبر نے کہا کہ اسکے اندر ایک بُت اور پانی کا چشمہ ہے۔ ہندو پرستش کو جاتے ہیں۔ میں روشنی مشعل کے ساتھ وہاں گیا۔ پہلے راستہ اندھیر گھپ ملا گرمی کی شدت سے دل گھبرایا۔ پھر پانی کا چشمہ آٹھ گز چوڑا ڈیڑھ گز عمیق ملا۔ پانی خراب زرد رنگ تھا جب نقب وچشمہ کو طے کرکے دوسری طرف باہر نکلا۔ آسمان نظر آیا وہاں ایک بُت دھرا تھا۔ اُسے دیکھکر جس راہ سے گیا تھا پھرا اور بارہ دری میں کھانا کھاکر زیر قلعہ واپس آیا۔ صبح کو گیا دوپہر کو واپس آکر راہی خلدآباد روضہ ہُوا۔

یہ قصبہ قلعہ سے تین کوس ہے۔ یہاں متعدد اولیاءاللہ کے مزار ہیں **ازانجملہ** مزار برہان الدین اولیا کی زیارت کی روضہ ایک مسجد صحن میں واقع ہے ولی صاحب کی قبر کے دہنی طرف دو قبریں ہیں اُنکے ہمشیرہ زادوں کی اور بائیں طرف چار قبریں اُنکی اولاد کی ہیں۔ اور ایک قبر ایک قوال کی ہے جو ولی صاحب کا خادم تھا اور مزار پر پانچ شعر کندہ ہیں **شعر**

بین مدار الملک ہند آسودہ سلطان غریب	شاہ دین قطب عالم شیخ برہان غریب
خادم درگاہ سلطان سیر کا شاد بخت	کزوفا بستست دل با عہد و پیمان غریب
کرد از اخلاص و از آن نکو سیرت بنا	روضۂ رضوان صفت از بہر مہمان غریب
سال ہفصد بود چہل و چار کز فضل خدا	شد بنا با دلکشائی قبر و ایوان غریب
از پے تاریخ	عنوان غریب

سنگ کتابہ پر قلعی کا چونہ زیادہ جم گیا ہے اس وجہ سے شعر پنجم پڑھا نہیں گیا۔ خدام نے کہا کہ

خاصِ اولیا ۔ انکی وفات کی تاریخ ہے۔ اور جانب راست گوشہ درگاہ میں دیوار درمیان عالمگیر کی قبر ہے۔ چونکہ قبر عالمگیر کی کچھ جاگیر اب تک بحال ہے وہاں چوبدار خدمت گار احتراماً حاضر ہیں۔ مگر قبر بے رونق ہے۔ مجاوران درگاہ نے کہا کہ **مغل امسوا** عالمگیر کی تاریخ وفات ہے ۔

بعدہ خواجہ منتجب الدین زربخش کے مزار پر فاتحہ خوانی کو گیا۔ خواجہ برہان غریب کے یہ برادر حقیقی ہیں بقول خدام ان کی تاریخ وفات **شہنشاہ اولیا** ہے۔ اِس مرد صالح کی والدہ کی قبر اِن کے قریب ہے اور وجہ تسمیہ زربخش یہ ہے کہ ان کے زمانہ میں ایک بار پانچ برس تک دکن میں پانی نہ برسا قحط و خشک سالی سے اکثر ملک ویران ہو گیا۔ لاکھوں آدمی مرگئے جنگل خشک ہو گئے تالاب سوکھ گئے۔ ندیوں میں خاک اُڑنے لگی خدام و مریدوں نے شیخ سے عرض کیا کہ ہم مرے جاتے ہیں۔ آپ دعا کریں۔ اُن کی برکت دعا سے تازمانہ قحط صحن خانہ میں بقدر چار چار انگشت قدرت الٰہی سے ہر شب چاندی سونے کی شاخیں اُگتی تھیں خدام اُن کو تراش لیتے تھے اور فروخت کر کے شکم پروری کرتے تھے۔ اُسوقت سے اُن کا لقب زربخش زبان زد ہو گیا **واللہ اعلم بالصواب**۔

بعدہ میں قبر پر شاہ یوسف عرف راجو قتال والد سید محمد گیسو دراز جو گلبرگہ دکن میں مدفون ہیں گیا اور فاتحہ پڑھی۔ وہاں کے خدام کا یہ اعتقاد ہے کہ اس مقبرہ پر سے جو پرند اڑکر جاتا ہے وہ مرجاتا ہے۔ میر آزاد کہتے ہیں **بیت**

آن پری سیما زیان جان و تن باشد مرا	یوسفِ قتال در ملک دکن باشد مرا

اس مزار شریف کی بائیں طرف ابو الحسن تانا شاہ مدفون ہیں آثار قبر بہت چھوٹا پانچ بالشت
کا ہے۔ مجاورین روضہ اکثر حافظ قرآن ہیں۔ اُن کا عقیدہ ہے کہ جو کوئی لڑکا ہمارا قرآن شریف
حفظ نہیں کرتا ہے وہ مرجاتا ہے۔ ان میں بعض اچھے قاری اور خوش آواز بھی ہیں اور کاغذ
بہادر خانی۔ شایستہ خانی حریری وغیرہ چند قسم یہاں عمدہ بنتا ہے۔
اور ارباب سیر واقف ہیں کہ شاہان حیدر آباد دکن کا لقب قطب شاہ تھا اور ابو الحسن آخری بادشاہ
خاندان قطب شاہیہ میں گزرا ہے۔ اور بنام تانا شاہ معروف ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ حیدر آباد
خاص ملک تلنگ میں ہے۔ وہاں کی اصلی زبان تلنگی ہے اور زبان تلنگی میں تانا طفل کو کہتے
ہیں، چونکہ اکثر اِس بادشاہ کی عادات و حرکات لڑکوں کی سی تھیں اسلیئے اس لقب سے
ملقب ہُوا۔
المختصر منشی موصوف نے نامہ نگار محمد عباس کو لکھا کہ زیارت جملہ مزارات خلد آباد کو چند روز کی فرصت
درکار تھی اور مجھکو مُہلت نہ تھی۔ اسلیئے دوسرے دن ایلور کی عمارات دیکھنے کے لیئے ایلور کو
روانہ ہُوا۔ ۵

یہ مقام خلد آباد سے جانب شمال دو میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اور ایلورا ایک موضع کا نام ہے
جسمیں ہندو بستے ہیں اور یہ قریہ ایک وسیع مسطح میدان میں واقع ہے جسکا دور تقریب پندرہ
کوس کے ہوگا اور اِس میدان میں اور بھی چند ایک قریہ آباد ہیں۔ اور اسکے گوشہ مشرق و جنوب
میں دو پہاڑ ہیں۔ اُنمیں سے ایک پہاڑ میں زمانہ سالف کے عالیشان مکان کندہ ہیں اور
وہ بنام ایلور مشہور ہیں اور ہر ایک مکان کا خاص نام ہے۔ وہاں کے ایک ہندو نے بیس نام

مجکو بتائے اور کہاکہ باقی سب مکانات کے نام ہماری پوتھیوں میں لکھے ہوئے ہیں وہ بیس نام یہ ہیں۔

۱ رنگ محل	۲ دساوتاری	۳ راون کی کھائی	۴ نین تال
۵ دوپچھیا گھر	۶ بڑھی کی جھوپڑی	۷ دہرواڑی	۸ چھوٹا دھواں
۹ رامیشر	۱۰ نیل کنٹھ	۱۱ کھارواڑی	۱۲ تیلی کا باڑہ
۱۳ جن ویی	۱۴ بڑا دھواں	۱۵ چھوٹا کلاس	۱۶ راجہ اندر کا باڑہ
۱۷ گنیش سبھا	۱۸ پارس ناتھ	۱۹ بڑا کلاس	۲۰ راج بیٹھک

میں اول رنگ محل کی سیر کو گیا یہ مکان غار دامن کوہ میں کسیقدر زیر آسمان اور کسیقدر پہاڑ کے اندر ہے اسکا صحن چھ ہزار چار سو گز مربع مکسر ہے اسمیں مکان بشکل مندر کھُدا ہوا ہے اور اسکی اطراف میں وسیع راستہ ہے۔ دروازہ مکان میں تصاویر ترشی ہوئی ہیں اور دیوار میں ایک بڑی تصویر لچھمین کی ہے اُسکے ہر دو جانب دو ہاتھی ہیں جن کی خرطوم جہلانے توڑ ڈالی ہے اور ہر دو جانب دو تصویریں چوبداروں کی دیوار میں کندہ ہیں اور اِس مکان کی داہنی اور بائیں طرف دو ستون سنگین ایک ڈال شبیہ منار مخروطی ترشے ہوئے ہیں انکو شمعدان کہتے ہیں اگلے زمانہ میں اپر چراغ روشن ہوتے ہونگے۔ اور اس تمام مکان کے نیچے سیکڑوں ہاتھی پتھر کے ترشے ہوئے ہیں گویا تمام مکان ہاتھی اپنے پشت پر لیئے کھڑے ہوئے ہیں اور اس مکان کے پانچ قطعہ ہیں ایک دوسرے سے ملحق اور ہر ایک میں دیول ہے اور ایک صحن مکان سے دوسرے قطعہ میں جانے کا راستہ ہے۔

اس محل کی صنائع و دستکاری سنگ تراشوں کی بغور دیکھنے کو اور باریکیاں سمجھنے کو فرصت چاہیئے۔ یہ سب عمارت عالیشان اور جو کچھ اسمیں ہے۔ بے جوڑ ایک پتھر سے سنگ تراشوں نے کھود کر نکالا ہے۔ جسکو آج یورپ کے بڑے بڑے نامی کاریگر دیکھکر نقش دیوار بن جاتے ہیں۔ ایک پنڈت کی شبیہ پر میری نظر پڑی کہ وہ مالا جپ رہا ہے۔ اُس کی سمرن کے دانے بھی بے جوڑ اُسی پتھر میں سے تراش کر نکالے ہیں۔ محل غور ہے کہ اگلے زمانہ کے لوگ کیسے کیسے ہنرمند ذی علم صاحب کمال تھے۔ جن کا نظیر اب کوئی نہیں ہے۔ اور کیسے مکان مختلف الوضع پر تکلف حیرت انگیز متعدد اُس پہاڑ میں کندہ ہیں۔

القصہ اس محل کی اطراف میں جو پہاڑ محیط ہے اُس میں جنوب و شمال و مشرق تین دالان کندہ ہیں اور دالانوں کے سامنے سائبان چھ سات گز چوڑے چھجے کی صورت آگے بڑھا کر نکالے ہیں۔ جو بے جوڑ ایک تختۂ سنگ کے ہیں اور جانب مشرق جسقدر مکان پہاڑ کے اندر کو لکر بنائے ہیں۔ اُن کی چھت پہاڑ ہے۔ جو کہ تیس ستون پر قائم ہے اور ہزاروں برس سے وہ ستون پہاڑ کو اُٹھائے ہوئے ہیں اور ایک بڑی مورت مہادیو کی ہے اور اُسکے سوا اور سیکڑوں مورتیں ہیں۔

اسی طرح شمال و جنوب میں بھی مکانات کندہ ہیں۔ جن کی سقف پہاڑ ہے اور ستونوں پر قائم ہیں۔ ان میں بائیں جانب کے مکان کا نام لنکا ہے اور یہ مکان سہ منزلہ ہے اور ستر یا اسّی گز بلند اسپر پہاڑ مثل سقف کے ہے۔ باقی سب مکانات دو منزلہ ہیں۔ دہنی جانب کے مکان میں چھ دالان ہیں اور تیس ستون اور وسط میں ایک بڑا دالان رفیع الشان مثل شہ نشین

ہے اور اس مقام کی پشت پر ایک مکان سادہ کار چوالیس گز عریض اور ایک سو گز لمبا بنا ہُوا ہے مگر بسبب تاریکی وہاں مشعل کی روشنی میں جانا ہوتا ہے۔

مولوی یوسف علی گوپاموی پنشن خوار سرکار بھوپال ۱۳۰۹ھ ہجری میں سیر ایلورہ روضہ کو گئے تھے مجھ سے بیان کیا کہ میں اس محل کی سقف پر چڑھ گیا۔ وہاں جو نقوش و تصاویر دیواروں پر کندہ ہیں اُنھیں بغور میں نے دیکھا۔ تو انجن ریل کی شبیہ صاف کندہ دیکھنے میں آئی کیا عجب ہے جو اگلے زمانہ میں بھی ریل کی صنعت ہوئے۔ چنانچہ قریب شیراز قصر جمشید ہی وہاں بھی دیواروں پر جو تصاویر کندہ ہیں اُن میں ریل کی شبیہ بھی کندہ ہے۔

الحاصل اس مکان سے تھوڑے فاصلہ پر ایک غار میں سے دسا او تاری کے محل میں جانے کا راستہ ہے۔ میں وہاں گیا۔ یہ مکان بھی دو منزلہ بنا ہوا ہے۔ اِس میں آٹھ دالان ہیں۔ اور چھپن ۵۶ ستون جو سب اوپر کے پہاڑ کا بوجھ اُٹھائے ہوئے ہیں۔ اور صحن میں اسکے بھی ایک دیول ہے اس میں بھی سیکڑوں مورتیں عجیب و غریب ترشی ہوئی ہیں جو اکثر جُہال نے توڑ کر ناقص کر دی ہیں۔ دیول کی دیوار پر بخط قدیم ہندی کتابہ بھی لکھا ہوا ہے۔

منشی موصوف لکھتے ہیں کہ یہاں سے صرف یہ دو مکان دیکھکر میں پھرا اور دوسرے مکان دیکھنے کی فرصت نہ ملی۔ اور مؤلف تاریخ عرض کرتا ہے کہ یہ عمارت کہنہ صدہا سال سے ویران پڑی تھی سباع ضارہ کے خوف سے کوئی اندر نہ جاتا تھا میں۔ نے بھی اِس عمارت کو باہر ہی سے دیکھا تھا فی الواقع یہ عمارت عجیب و غریب ہے۔

اب چند سال سے جو لارڈ ڈفرن نائب السلطنت فرمان فرماے ہند کا وہاں گزر ہوا انگریز لوگ

اسکے دیکھنے کو جانے لگے اور فوٹوگراف سے نقشجات کھینچنے لگے۔ حضرت نظام دکن کیجانب سے صفائی مکانات کا اہتمام جاری ہُوا۔

ایک سیّاح نے مجھ سے کہا کہ ایک جگہ ایلورکے مکانات میں شہد کے چھتے کی شبیہ دیکھنے میں آئی۔ ہزاروں شہد کی مکھیاں پتھر کی مثل اصل مگس شہد میں نے دیکھیں اُنکے پاؤں اور پر محسوس ہوتے تھے۔

اور مخفی نہ رہے کہ امیر حسن بیجاپوری کو عادل شاہ والی بیجاپور نے جلال الدین اکبر بادشاہ دہلی کے پاس برسم سفارت بھیجا۔ سفیر مذکور سے شاہ مذکور نے دکن کا حال استفسار کیا اور سن کر فرمایا کہ اسکو لکھدو۔ امیر حسن نے ایک تاریخ لکھی مصباح التاریخ اُسکا نام ہے۔ اُسمیں عمارت ایلور کا مفصل حال لکھا ہے کہ راجہ ہرچند راؤ نے اسکو بنایا ہے۔ اور وہ دکن و تلنگ و کرناٹک و مدراس و ملیبار کا فرماں روا تھا۔ اسمیں اٹھارہ کارخانجات شاہی کے مکان ایک پتھر سے تراش کر نکالے ہیں مثل دیوان خاص و عام۔ محلسرا۔ خزانہ۔ دارالضرب۔ توشکخانہ۔ فراش خانہ۔ سلاح خانہ۔ اصطبل۔ فیلخانہ۔ رتھ خانہ۔ باورچی خانہ۔ دارالشفاء وغیرہ وغیرہ کاریگروں نے پہلے موم کا نقشہ بناکر راجہ کو دکھایا۔ پھر یہ عمارت بنائی ایک لاکھ سنگتراش نے بیس برس میں اسکو بنایا۔ جسکے دیکھنے سے اُن کی ہنرمندی اور راجا کی دریادلی ظاہر ہوتی ہے اور خدا کی قدرت نظر آتی ہے۔ عزیز الوجود یہ تاریخ کہنہ قلمی ایک مرتبہ راقم کی نظر سے گذری ہے حال ایلور کا خلاصہ جواہر خانہ اپنے مجموعہ میں بندہ نے لکھ لیا تھا۔ اور پھر تاریخ دکھن میں اُسکو بلفظہ درج کیا۔

اور ملا فیروز نے جارج نامہ میں تقریبًا ایک جگہ لکھا ہے کہ ایلور راجہ ہرچند راؤ کی عمارت ہی اور قرآن شریف سے ثابت ہی کہ اگلے زمانہ میں پہاڑ کو لکر مکانات بنائے گئے ہیں وتنحتون من الجبال بیوتا فارھین یعنے تراشتے ہو پہاڑوں سے گھر باتکلف۔

اور جاننا چاہیئے کہ سوائے ایلور کے ملک دکن میں اَوْر پہاڑوں میں بھی مکان کندہ ہیں ازانجملہ اجنٹہ میں اور شہر ناسک میں راقم نے دیکھا ہے اور حیدرآباد سے شہر راج مندرے کی راہ میں ایک مکان بشکل بازار پہاڑ میں کندہ ملتا ہے اور کھنڈالے کے پہاڑ میں ایک مکان ہی ہندو اندر کا اکھاڑہ کہتے ہیں ایک سیاح نے مجھ سے کہا کہ ورے ہیاکل اُس جگہ ہوا کو مہندسین نے ایسا روکا ہے کہ گانے بجانے اور ناچنے کی آہٹ اور رنے بعض جگہ محسوس ہوتی ہے اور بندر مین کے متصل ایک مختصر جزیرہ ہے وہاں اکثر آدمی کشتی پر سوار ہو کر سیر کو جاتے ہیں وہاں پہاڑ میں ایک مکان کندہ ہے اور ایک سرنگ ہی معلوم نہیں کہاں پر منتہی ہوئی ہی اور زمین جزیرہ میں دھان بوئے جاتے ہیں ٭

تاریخ دلچسپ مصنفہ مولانا ابوالفضل محمد عباس شروانی

کا پہلا حصہ تمام ہوا

کتبہ محمد الدین غفر اللہ

تقریظ ریختۂ قلم جادو رقم وحید العصر منشی محمدؐ کفایت اللہ صاحب برقؔ منصرم مطبع افضال ریاست

تحمید خدا و نعت احمدؐ — موقوف نہیں کسی کے اوپر
انساں ہو پری ہو یا ملک ہو — جپتے ہیں اُسیکو سب برابر

اس نادر اور دلچسپ تاریخ کو جسمیں اورنگ آباد دکن کا پورا فوٹو کھینچا اور نقشہ جمایا گیا ہے میں نے اچھی طرح سے دیکھا۔ عبارتاً سلیس مضموناً نہایت ہی نفیس پایا۔ کیوں نہو اسکے مؤلف فاضل اجل مولانا ابو الفضل محمدؐ عباس صاحب شروانی ہیں جو فصاحت و بلاغت ذہانت و ذکاوت میں شہرۂ آفاق اور تاریخدانی میں لاثانی سمجھے جاتے ہیں۔ اِن کی تصنیف لطیف اگرچہ کسی تعریف و توصیف کی محتاج نہیں لیکن میں یقین کرتا ہوں کہ ناظرین کتب سیر جسوقت ملاحظہ فرمائیں گے۔ بڑا حظ اٹھائیں گے۔ اور بے اختیار بول اُٹھیں گے مرحبا حبذا جزاک اللہ۔ اِنَّ فِی ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِاُولِی الْاَلْبَابِ

قطعۂ تاریخ از مقرظ صاحب ممدوح

از زبان فارسی در ہندوی — چون رقم فرمود مرد با خدا
سال تاریخ تمام از روی ہوش — برقؔ گفتا۔ ہست مرآۃ الصفا
١٣ ھ ١٣

ولہ

یہ تاریخ اعجوبۂ روزگار — مرتب ہوئی جبکہ ہر طور سے
لکھا برقؔ نے بے الف سال اسکا — چھپی خوب دلچسپ تاریخ ہے
١٩ سمت ٥٢

اعلان چھپائی

اکثر لوگ

خوشخطی۔ کاغذ کی عمدگی چھاپے

کی صفائی کو مطبع کے حسن و قبح کا مدار سمجھتے ہیں ہمکو اس سے

انکار نہیں کہ ان چیزوں کو حسن و قبح مطبع میں دخل نہیں ہی اور مدخل عظیم ہے لیکن ایک

بڑی ضروری چیز نظر انداز کیجاتی ہے۔ وہ بکار آمد کتابوں کا چھاپنا اور صحیح چھاپنا ہے لیکن اسکو چاہیئے قوت

ممیزہ اور استعداد علمی۔ ہم فخر کے طور پر نہیں بلکہ حسب فحوائے واما بنعمۃ ربک فحدث اعلان کرتے ہیں کہ خدا کے فضل و کرم سے ہمارا

مطبع انصاری دہلی اس صفت میں اگر منفرد نہیں تو شاید سارے ہندوستان کے مطابع میں صرف اتنے مماثل رکھتا ہوگا جنکو ایک ہاتھ

کی انگلیوں پر آسانی سے گن لیا جا سکتا ہے۔ ہمنے اس بات کو اپنے اوپر لازم کر لیا ہے کہ کام نہ ہو تو کچھ پروا نہیں اور کم ہو تو کچھ پروا

نہیں مگر جو ہو اور جتنا ہو بکار آمد ہو اور اچھا ہو۔ خدا کا شکر ہے کہ ہم اسکی توفیق اور عنایت سے اسی رستے پر چل رہے ہیں اور انشاء اللہ

آیندہ بھی اسی رستے پر چلے جائیں گے۔ جو کتاب مسلمانوں کے دین اور اخلاق اور حسن معاشرت پر برا اثر کرے ہمنے نہیں چھاپی اور انشاء اللہ

چھاپیں گے بھی نہیں اگرچہ ہمکو طلائی حرفوں کے دام کیوں نہ دیئے جائیں۔ ہم خدا کی اس مہربانی کا شکریہ ادا نہیں کر سکتے کہ ہمکو ایسے اعوان

و انصار ملگئے ہیں جو کھوٹے کھرے کو پرکھ لیتے ہیں اور پرکھے پیچھے مس کو کندن بنا دیتے ہیں رہیں عارضی اور عام طور کی صفتیں کاغذ

و کتابت کی عمدگی وغیرہ۔ وہ دوسروں کو سہل الوصول ہیں تو ہمکو بدرجۂ اولیٰ۔ شاید ہم اپنے دعوے کے ثبوت میں

اس امر کو بڑی جرأت سے پیش کر سکتے ہیں کہ اگرچہ خود دہلی میں متعدد مطابع ہیں مگر

مولانا مولوی نذیر احمد صاحب نے ہم میں کوئی بات تو دیکھی ہے

کہ وہ اپنی تمام مصنفات بالالتزام ہمارے [illegible] اپنی کتابیں [illegible] کی غرض سے نہیں بلکہ اپنے خاطر اور کتاب کے فائدے کی غرض سے [illegible] مہتم بالشان کام ہے جو [illegible] انہوں نے اپنا ترجمہ قرآن بھی [illegible] کیا مذکور ہے [illegible] چھپوائے ہیں

المشتہر محمد عبد المجید مالک مطبع انصاری دہلی

لقد کان فی قصصہم عبرۃ لاولی الالباب

تاریخ دلپسند اردو حصہ ۲

مصنفہ جناب مولانا ابوالفضل محمد عباس شروانی

جسمین صوبہ مالوہ ملک ہند کی چار جگہ یعنے شہر اوجین شہر دھار قلعہ مانڈو۔ عمارت سانچی کا عبرت افزا حال بتفصیل مذکور ہے اور اسکے پہلے حصے مین۔ اورنگ آباد۔ دولت آباد۔ خلد آباد۔ عمارت ایلور کا حال مندرج ہے بحکم جناب فضائل مآب مولانا مولوی محمد عبد المجید صاحب مالک مطبع

مطبع انصاری واقع دہلی مین بکمال خوبی چھاپی گئی

LIBRARY HYDERABAD-1

تاریخ دلچسپ حصۂ دوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عوذہ بازوی صحیح و سقیم

بہنے تعویذ ۱۲

شہر اوجین تخت گاہ راجہ بکرماجیت مثل قنوج و دہلی کہنہ بلاد ہند سے شیر اندی کے کنارے صوبہ مالوہ میں واقع ہے۔ سابق یہ بہت بڑا شہر تہا کوسوں تک اس کے کھنڈر پڑے ہیں۔ ہندو اکثر بستے ہیں آثار کہنہ سے پچاس موچن کا گھاٹ سیر اندی کا سنگین بنا ہوا ہے۔ ہر سال یہاں میلہ ہوتا ہے۔ ہندو بکثرت جمع ہوتے ہیں یہاں نہانے کو موجب ثواب سمجھتے ہیں اور صحیح نام اس کا پیلچ موگشن ہے۔ ہنود کا عقیدہ ہے کہ جسکو بہوت لگا ہو وہ یہاں نہاوے تو اچھا ہو جاتا ہے اور مندر مہاکال عالیشان بنا ہوا ہے پہلے اسکو راجہ بکرماجیت نے بنوایا تھا۔ سلطان شمس الدین التمش نے توڑ ڈالا۔ پہر ہنود نے بعد مدت مدید اُسی جگہ از سر نو تعمیر کیا جو اب موجود ہے۔ اور آثار زمانۂ اسلام سے مولانا مغیث الدین کی درگاہ ہے جو مولانا نظام الدین دہلوی کے خلیفہ تھے۔ یہ مزار پچاس موچن کے گھاٹ پر ہے اور اسی احاطہ میں مولانا وجیہ الدین اور شیخ ابراہیم مریدان حضرت نصیر الدین چراغ دہلی اور شیخ موسی مدفون ہیں اور بیرون

شہر ناصر الدین شاہ مانڈو کے نہایت عمدہ عمارت بنام کالیادہ مشہور ہے کالیادہ ایک ندی کا نام ہے
شاہ مذکور نے ندی کے دونوں کنارے کا پشتہ باندھکر بیچمیں جزیرہ نما زمین نکالکر باغ و محل بنایا تھا
جو ٹوٹا پھوٹا اب کسیقدر باقی ہے اسمیں حوض فوارہ دار اور چکا بو انواع و اقسام کے جا بجا بنے ہوئے
تھے۔ پانی کی چادری اور آبشار درجہ بدرجہ باغ کو سیراب کر کے پھر ندی میں گرتی تھیں۔ سارا مکان نمونہ
بہشت تھا جو اب ویران و خراب ایک عبرت کدہ ہے۔ جہانگیر و شاہ جہان ہر دو بادشاہ دہلی نے بھی
یہاں مکانات بنائے تھے اور رونق عمارت قدیم کو دو بالا کیا تھا وہ بھی سب اِس بیت کے مصداق خراب
وخستہ ہیں **بیت** تھے مکاں صورتِ شکستہ دلاں + در کھلے مثل دیدۂ حیراں + قصر شاہجہانی پر
یہ رباعی کندہ ہے۔

بحکم شاہِ جہاں ساخت این و عشرت گاہ	حسن بعہد جہانگیر ابن اکبر شاہ
بہشت روی زمین یافت عقل تاریخش	کہ سروران جہان راست منزل و الخواہ

اور دوسری ایک جگہ یہ نثر و نظم کندہ ہے۔ "سنہ ۴۴ الٰہی موافق سنہ ۱۰۰۸ ہجری کہ رایات ظفر آیات عازم تسخیر
دکن بود باینجا عبور افتاد۔ نامی ز فلک دوش دلم کرد سوال + کز رفتہ و آیندہ بیان کن احوال + گفتا چہ خبر
ز رفتگان نیست اثر + آیندہ چو رفتہ دان چہ پرسی حال + راقم محمد معصوم نامی البکری"۔
اور تیسری جگہ یہ کندہ ہے "سنہ ۴۵ الٰہی موافق سنہ ۱۰۰۹ ہجری۔ حضرت خلافت پناہ ظل اللہ جلال الدین
محمد اکبر بادشاہ ملک دکن و خاندیس را فتح کردہ مراجعت فرمودند۔ فتح دکن و خاندیس چون کرد شاہ +
عازم نزہتگہ معمور شد + یک عدد نامی فزود آنگاہ گفت + شاہ والا عازم لاہور شد +"
رسد خانہ بکرماجیت کا منہدم پڑا ہے چند دیواروں کے نشان باقی ہیں۔ اور ایک مدرسۂ عالیشان عہد

سلاطین خلجیہ و غوریہ مانڈو ویران ہنوز بشیتر سالم موجود ہے۔ راقم تاریخ دل چسپ نے اُسمیں بیل بندھے دیکھے اور اُپلوں کا ڈھیر اور مسجد مدرسہ میں گھانس بھری ہوئی پائی۔ یہ حال دیکھکر مختار خاں کل باغ اور اُن کی دختر کا مقبرہ بچشم عبرت و حسرت دیکھا۔ مقبرے پر یہ ابیات کندہ ہیں اور مضمون اشعار سے اُس کی شان و شکوہ ظاہر ہے ❊

معدن فضل و کرم مختار خان — سبزواری و حسینے بالیقین
روز ہیجا شہسوار یکہ تاز — حامی دین مالک تیغ و نگین
آن شہی سرو ریاض مرتضے — آن گل بستان ختم المرسلین
آسمان قدری کہ مہر دولتش — کرد روشن سر بسر روی زمین
ریخت چون فردوس رنگ روضۂ — گلشن بی مثل چون گلزار چین
ہر گلش رشک بہار جنت ست — بلبلانش در ترنم بے قرین
در طراوت رنگ گلزار ارم — از صفا آرام گاہ حور عین
مے تراود از زبان ہر گیاہ — ذکر طبتم فادخلوها خالدین
شد رقم تاریخش از کلک سخن — باطریق تعمیر با زیب و زین
آبرو از روی رضوان در ربود — گلشن بے مثل در دنیا و دین

اور اِس شہر میں آثار اسلام سے چند مقابر ہیں پنجشنبہ اور جمعہ کے دن فاتحہ خوانی کو وہاں مسلمان جاتے ہیں از انجملہ مزار شاہ ارزانی و شیخ جمال و شیخ کمال و شیخ عبد الغفور و شیخ احمد متوکل و شیخ نور و مرزا ابراہیم نوری و مرزا احمد اور شیخ سراج محمد اور یہ دو بیت اُن کی قبر پر کندہ ہیں ❊

شیخ رجب از محمد آن کہ بود	شاہد و مشہود در چشم شہود
رفت از کوئی ہوا در ملک ہو	در شمار نہصد و ہشتاد و دو ۹۸۲

اب یہ شہر سیندیہ راجہ گوالیار کے قبضہ میں ہے اور قوم بوہرہ شیعہ اسمعیلیہ کا محلہ بلا شرکت غیر یہاں آباد ہے ٭

حال شہر پیران دھار

اسکا نام دھارا نگری تھا۔ راجہ دھارنگ پواڑ نے بسایا تھا۔ زمانہ سابق میں بڑا غدار شہر ہوگا۔ اب بقدر سہ ہزار گھر آباد ہیں اور ایک چھوٹا سا قلعہ بھی بنا ہوا ہے جسمیں وہاں کا راجہ رہتا ہے آثار قدیم عہد شاہان غوری و خلجی سے مکانات شاہی کے نشان باقی ہیں اور چند حوض مثل چشم پر آب گویا اپنے بنا کرنے والوں پر روتے ہیں جامع مسجد پر یہ ابیات نقش ہیں ٭

خدایگان زمین سپہر شہر مہر جلال	مدار اہل زمان آفتاب برج کمال
حمیدہ سیرت و عالی نسب ستودہ تبار	فلک جناب و ملک قدرت و مسیح مثال
بعدل و بذل و وقار و برزم و بزم و شکوہ	ندیدہ دیدہ گردون و را نظیر و ہمال
پناہ پشت شریعت عبید شہ داؤد	بلی کہ فخر کند قوم ازان حمیدہ خصال
معین و ناصر دین نبی ولایت خان	کہ برگزیدہ خداوند ایزد متعال
مرید شیخ طریقت نصیر دین محمود	کہ بود ملجاے اوتاد و مرجع ابدال
بشہر دھار بنا کرد مسجد جامع	بوقت سعد و خجستہ بروز فرخ فال
چہ مسجدی کہ جہان راست کعبہ ثانی	فزون ز وصف و عالم برون ز حد مقال

شمال مسجد اقصیٰ بیت معمور است	کہ یافت عرصۂ گیتی ازو بہای جمال
گذشتہ بود ز تاریخ سال ہشتصد و ہفت	کہ شد تمام ز اقبال قبلۂ آمال
بحق احمد مرسل کہ طاعت و حسنات	خداش ثبت کند در جریدۂ اعمال

اور اس مسجد میں ایک جگہ یہ عبارت کندہ ہی "در زمانیکہ اعلیحضرت خاقانی ظل سبحانی شان مظہر حق شاہ اکبر تعالی شانہ اللہ اکبر عازم دکن بود بتاریخ ہشتم اسفندیار ماہ سنہ ۴۴ جلوس مطابق سنہ ۱۰۰۸ ہجری بود و در اینجا نزول اجلال فرمودند عمل داؤد کندہ کار" اور اسی جگہ سے جانب غرب عبداللہ شاہ چنگال کی درگاہ ہی انکے مقبرے پر یہ قصیدہ کندہ ہی جسکو مؤلف تاریخ دلچسپ نے بڑی غور اور خوض سے پڑھ کر نقل کیا وہ یہ ہے اور تقریبًا تاج الاقبال تاریخ بھوپال و تاریخ ترک افغانی و داستان باستان میں بھی لکھا ہے۔

تعالی ربنا این قبۂ نور	برین قبر از صفا چون بیت معمور
و یا مشکوٰۃ مصباح زجاج است	فراز کوکب نورًا علی نور
و یا خود وادی قدس کلیم است	کہ بر روی تجلی میکند طور
بلی این آستان شاہ باز است	کہ در چنگالش آمد دیو ماسور
سر ابدال عبداللہ چنگال	چو چنگالیکہ شب جنبش سحر سور
سماعش بانگ ترجیع عنادل	شنیدش صوت لحن نحل و عصفور
ہم از حلوای وحدت طشت مشکین	ہم از معجون وجدش قرص کافور
شراب شوق اندر جام و ساغر	کباب عشق اندر دیگ و تنور
طوافش می کند ہر دم ملایک	درودش می دہد ہر صبحدم حور

نخست از وی شد این مرکز مسلمان	همه اعلام دین زو گشت منشور
شنیدستم که پیش از وی تنی چند	رسیده اندرین ویرانهٔ عور
خروشی خاسته هر سو ز کفار	دو دیده هر تنی با تیغ و ساطور
بخستند آخر آن مردان دین را	پس از کشتن بجای کرده مستور
کنون آن مشهد گنج شهیدان	نشان مانده از آن پاکان مسرور
چو وقت آمد که خورشید حقیقت	شود طالع درین یلدای دیجور
رسید این شیر مردا ز مرکز دین	درین دیر کهن با جمع جمهور
بزد بر هم تماثیل بتان را	مصلی ساخته آن معبد زور
چو رای بوج دیدش از فراست	مسلمان گشته با اهل همه سور
بنور شمع روشن گشت این قصر	رسوم شرک شد معدوم و مهجور
کنون این روضه زان در سینهٔ ایام	مطاف عالمی بودست مشهور
قبور از کهنگی هموار گشته	نمانده پسته بر هیچ مقبور
مقامی هم نبود از بهر خلوت	که آساید درو درویش رنجور
از آن شاه جهان فرمان چنین داد	که از سر تازه سازند این سر طور
مرید درگهش خاقان و فغفور	علی الاعدا بنصر الله منصور
شهنشاه خلج محمود شاه آنکه	شد از عدلش جهان چون خلد معمور
ز سر نو کرد این کهنه وطن را	نوی از سر گرفت این هر دو مجدور

سر قبرش چو وسعت بود حاضر | شد آن قبہ ازان مضبوط و مقصور
قباپی در شمال و حجرۂ چند | پی شغل نماز و ذکر مذکور
صف لنگر دگر بر سمت قبلہ | کہ آساید در و راہ رانِ دور
مگر صاحب دلی روزی در اینجا | قدم آرد بود یک لحظہ مسرور
نشیند ساعتی با خاطر جمع | دمی فارغ ز غم با دوست معمور
خورد جامی ز دست ساقی غیب | شود زان ساعتی سرمست و مخمور
کند یادی ہم از تشنہ دلان نیز | بریزد جرعۂ در کام مہجور
دعائی ہم براے بانی خیر | بقا بادا بجانش تا دم صور
حیات و ملک او یابد بقاے | ہمہ خیرات و سعیش گشتہ مشکور
خدایا تا جہان باشد بپا دار | بنای خیر شد تا نقر ناقور
ہمای ظل او بر فرق عالم | ہما گسترده بال از خالق نور
ز ہجرت ہفصد و پنجاہ و نہ بود | کہ تاریخش مجدد گشت مسطور
گدای درگہ شاہ و در شیخ | بنظم اندر کشید این در منثور
مگر در زمرۂ دریوزہ خواہان | شود محمود در کن خستہ مذکور

مخفی نہ رہے کہ چنگال لفظ فارسی ہے باریک کمر والے کو کہتے ہیں۔ اور کسی تاریخ میں اِس مرد باخدا کا حال میری نظر سے نہیں گزرا۔ مگر بعض سکنہ دھار سے میں نے سُنا کہ یہ بزرگ عہد راجہ بھوج میں وارد دھار ہُوا تھا اور راجہ ہمعصر سرورِ عالم کا تھا۔ اُسنے ایک رات معجزہ شق القمر دیکھکر دریافت کیا تو اُسکو معلوم ہُوا

کہ عرب میں ایک شخص مدعی نبوت پیدا ہوا ہے اور اُس نبیؐ نے حسب استدعا ے اہلِ وطن اللہ تعالیٰ سے عرض کیا اور معجزہ شق قمر کا دکھایا۔ راجہ نے سُن کر کہا کہ وہ پیغمبر خدا ہے اور میں اُنکی نبوت پر ایمان لاتا ہوں۔ بعد ازاں عبداللہ سے راجہ مسلمان ہوگیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بعض انگریز مورخوں نے لکھا ہے کہ راجہ بھوج کو سات سو برس کا عرصہ گزرا ہے یہ قول غلط ہے کس لیے کہ راجہ بکرماجیت جس کی سمت ہند میں اب تک جاری ہے اُس کی پندرھویں پشت میں راجہ بھوج تھا اور اکیسویں پشت میں راجہ اودیادت ہُوا جسنے سمت ۱۲۱۶ میں بمقام اودیپور مالوہ مندر بنایا ہے جسکی نقاشی و عمارت سنگین قابل تعریف ہے۔ اور اب تک بصورت اصلی موجود ہے اُسپر سمت مذکور کندہ ہیں اور منشی کریم علی مرحوم مؤلف تاریخ مالوہ نے بحکم سر رابرٹ ہملٹن اجنٹ نواب گورنر جنرل بہادر سنٹرل انڈیا مقیم شہر اندور کاغذات کہنہ دفتر راجہ دہار دیکھے تھے وہ اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ راجہ بھوج سمت ۵۱۶ میں مسند نشین ہُوا اور سو برس سے زیادہ اُسنے مالوہ میں فرمانروائی کی ہے۔ فقط" اور شہر دہار میں مقابر سنگین و پختہ اہل اسلام بکثرت ہیں ازانجملہ درگاہ کمال الدین بن بایزید و خواجہ نصیر الدین بہت مشہور ہیں۔ یہ عارف باللہ سنہ ۶۹ ہجری میں یہاں وارد ہوئے تھے محمود بن ناصر الدین خلجی بادشاہ مانڈو نے انکا مقبرہ عالیشان بنوایا ہے وہ اب تک موجود ہے اُسپر یہ ابیات کندہ ہیں۔

این روضۂ رضوان بچنین زیب و جمال
وین قبۂ پر نور باین حسن و کمال

وآن صفۂ نغز و خانقاہ دلپذیر
باکوشک و باکنگرہ ہمچو ہلال

ہم از پئے آسایش ہر اہل دلے
ہم از پئے مشغولی ہر صاحب حال

در عہد ہمایون خود آن شاہ جہان
محمود شہ خلجی خورشید مثال

در ہفصد وشصت و یک آراستہ باین	آراستہ باد قصر عمرش ہمہ سال
بر درگہ این دو شاہ دین و دنیا	محمود گدا فتادہ در حقیقت حال
چون نیست صلای عام در این دو رہبہ را	باشد کہ شود دو کس گویند تعال

اس مقبرے کے احاطہ میں مولانا حسام الدین و سلطان محمود خلجی وغیرہ امرا و وزرا کے چند گنبد اور قبریں پختہ و سنگین بے نام و نشاں واقع ہیں اور اس جگہ سے جانب مشرق پہاڑ پر مولانا غیاث الدین کا مزار ہے یہ عارف باللہ برادر مولانا ابراہیم و مولانا مغیث الدین اُجینی کے ہیں۔ اور زیر قلعہ دہار سید مسعود کا مقبرہ ہے جو بنام "بندی چھوڑ" مشہور ہیں۔ اہل دھار کہتے ہیں کہ سید دہار کے راجہ کی سرکار میں سپاہیوں کے جمعدار تھے ایک بار مسلمانوں سے لڑائی ہوئی ہندو بہت مسلمان گرفتار کر لائے سید کو حمیت اسلام کا جوش آیا۔ جب اُن کے پہرے کی باری آئی سب قیدیوں کو چھوڑ دیا ہندو جب خبردار ہوئے سید سے لڑے۔ اور بہت مارے گئے اور سید کا سر تن سے کٹ گیا تن بے سر کفار سے دیر تک لڑتا رہا۔ اور قلعہ سے باہر نکل کر شمشیر زناں تا زیر قلعہ پہنچا۔ اس عرصہ میں قیدی دور نکل گئے کافروں کے ہاتھ نہ آئے۔ تب سید رو بقبلہ گرے۔ اور اُن کے جسم سے روح نکل گئی سر کی قبر قلعہ میں ہے اور تن بیرون قلعہ مدفون ہے۔ انکے سوا شیخ زکریا۔ شیخ سعد اللہ۔ شیخ جوہر۔ صدر جہاں وغیرہ صلحائے اہل اسلام کی بہت قبریں ہیں۔ اور قبور لا معلوم الاسم صدہا بلکہ ہزارہا شہر کے اندر باہر موجود ہیں۔ دہار کے ہندو اُنکو توڑتے نہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ولیوں کے مزار ہیں قبور کا احترام کرتے ہیں اُنپر پھول ڈالتے ہیں فقط حال قلعہ مانڈو۔ مخفی نرہے کہ مانڈو نام ایک آہنگر تھا ایک روز اُسکے پاس ایک بھیل آیا اور درانتی گھاس کاٹنے کا آلہ اُسکو دیکر بولا کہ ایک پتھر پر میں نے اِسکو گھسا یہ درانتی پیتل

کی ہوگئی تو مجکو بدل دے لوہار نے دیکھکر دلمیں سمجھا کہ جس پتھر پر اس احمق جنگلی نے تیز کرنے کو گھسا ہے
وہ سنگ پارس ہے چپ چاپ اُسنے دوسری دراتی دیدی اور کہا کہ تو نے کس خراب پتھر پر اس کو
گھسا تھا مجھے بتا دے تا میں اُسے کسی پہاڑ کی غار میں پھینک دوں کہ پھر مجھے کسی کو ڈھونڈ دینا نہ پڑے
اُس بھیل نے اُسے لیجا کر وہ پتھر بتا دیا۔ مانڈو اُسکو اُٹھا لایا۔ راجہ جے سنگھ پسر راجہ پنوار سنگھ جس نے
دھن جی سردار قوم بھیل کو مغلوب کر کے کوہستان مسکن بھیل پر قبضہ کر لیا تھا دھار کا راجہ تھا۔ آہنگر اُسکے
پاس گیا اور علیحدہ لیجا کر کہا کہ پارس پتھر میرے ہاتھ لگا ہے مگر تمکو نہ دونگا اور میں نے ایسی جگہ پہاڑ
میں رکھا ہے کہ کبھی کسی کو نہ ملیگا میں چاہتا ہوں کہ تمہاری عملداری میں ایک شہر آباد کروں کہ میرا
نام باقی رہے اور آپ اُسپر حکمراں رہیں راجہ نے اجازت دی۔ مانڈو نے بالا سے کوہ سمت ۳۴۲ بکرماجیت
میں قلعہ و شہر کی بنیاد ڈالی اور مدت بارہ برس پانچ مہینہ میں عمارت تمام کر کے فارغ ہوا اس عمارت
میں ایک لاکھ مکان پختہ چھوٹے بڑے تھے۔ پھر ہر مکان میں جس جس قدر مال اسباب چاہئے تھا وہ سب
مہیا کر کے خلق اللہ کو دے دیا اور دفعتہً شہر بسا دیا اور مانڈو اسکا نام رکھا۔ پھر بفاصلہ چند کروہ دوسرا
قلعہ بنایا سونن پال اُسکا نام رکھا بعدہ لب دریاے نربدا قریب منڈاونکار ناتھ ہزارہا برہمنوں کو
جمع کر کے ہزاروں مادہ گاو اور اشرفی روپیہ چاندی سونا تقسیم کیا اور آخر روز تقسیم خیرات اُسکے دلمیں آیا
کہ دان پن یعنے پشدہ دینے سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے۔ یہ سمجھکر ایک برہمن شکستہ حال کو سنگ پارس دیدیا
برہمن سمجھا کہ اس شخص نے اوروں کو تو روپیہ اشرفی مادہ گاو دیں اور مجھے محتاج حقیر سمجھکر ازراہِ تمسخر
واستہزا پتھر حوالہ کیا۔ یہ سوچ کر غضب میں آیا اور اُس پتھر کو دریاے نربدا میں پھینک دیا۔ مانڈو چلایا کہ
تو نے یہ کیا غضب کیا میں نے تو تجھے پارس پتھر دان میں دے دیا تھا یہ سُن کر ہزاروں آدمی ہتاسف

ہوتے اور دریا میں کود پڑے۔ لاکھوں پتھر نکالے مگر پارس کا پتہ نہ لگا۔ اور راقم نے ایک تاریخ میں دیکھا
ہے کہ جہانگیر بادشاہ لب نربدا قریب اونکارناتھ ایک سال خیمہ زن ہوا۔ ہاتھی دریا میں نہاتے تھے
ایک ہاتھی کے پاؤں میں لنگر زنجیر آہنی کا پڑا تھا جب وہ دریا سے نکلا وہ لنگر سونے کا ہو گیا تھا جہانگیر
نے سن کر سیکڑوں ہاتھیوں کے پاؤں میں زنجیریں آہنی ڈالکر دریا میں پھرائے لیکن کچھ فائدہ نہوا
المختصر قلعہ مانڈو مدت دراز تک راجوں کے قبضہ میں رہا۔ الپ خاں عرف ہوشنگ شاہ پسر دلاور خاں
غوری نے ۸۰۸ ہجری میں اسکو فتح کیا اور ۸۲۰ ہجری میں شادیاباد اسکا نام رکھکر اپنا مسکن مقرر کیا
اور اب یہ قلعہ راجہ دہار کی عملداری میں ویران پڑا ہے قوم پنڈارہ اور مرہٹوں نے اس شہر کو مکرر
لوٹ کر ویران کر دیا۔ بابر بادشاہ نے جس روز اسکو فتح کیا تھا بارہ ہزار راجپوت وہاں قتل کئے تھے
کہتے ہیں کہ اس وجہ سے مرہٹوں نے اسکو ویران کر دیا واللہ اعلم۔ اب چھاؤنی مئو مندلیسر ہوپاور
اندور وغیرہ کے فرنگی موسم گرما میں شکار کو وہاں جاتے ہیں اس سبب سے بعد بارش زمین ہار کسیقدر
جنگل کٹواکر فرودگاہ حکام فرنگ صاف کر دیا کرتا ہے اب اس حصن حصین و شہر دیرین کا حال جو ۱۲۸۱
ہجری میں راقم تاریخ دل چسپ نے بچشم خود دیکھا ہے ملاحظہ شائقین کے لیئے لکھتا ہوں سر رابرٹ
ہملٹن صاحب رزیڈنٹ اندور نے اس قلعہ کو کمپاس سے نپوایا میں بندر بمبئی کو جاتا تھا ہمراہ پیمایش
کنندگان سیر اگر رہا از روے پیمایش کمپاس انیس میل اس قلعہ کا احاطہ بالاے کوہ واقع ہے اور چاروں
طرف ایسے عمیق پہاڑوں کے غار ہیں کہ وہاں آدمی کا گزر ممکن نہیں اور توپ بم و سیل کا گولہ قلعہ تک جا نہیں
سکتا صرف موضع ظفرآباد نعلچہ کی راہ سے راستہ قلعہ تک جانیکا ہے۔ اس قلعہ کا حال تاریخ فرشتہ میں بھی
مذکور ہے۔ اس قلعہ کے گیارہ دروازے ہیں۔ دہلی دروازہ تعمیر عالمگیر۔ تارا پور دروازہ لوہانی دروازہ

ہاتی پول دروازہ رام پول دروازہ جہانگیر پور دروازہ تعمیر جہانگیر بگونا دروازہ نوتی دروازہ نعلچہ دروازہ کاڈری دروازہ گوجری دروازہ آب دہلی دروازے سے انگریز آتے جاتے ہیں۔ اسکے محراب پر یہ تین شعر کندہ ہیں

در زمانِ شاہ عالمگیر خاقانِ زمان	از سر نو گشت پایان این رگردون نشان
در ہزار ہفتاد ونہ آغاز و ہم انجام یافت	زاہتمام خان عالی شان محمد بیگ خان
از جلوس این شہنشاہ جہان اورنگ زیب	بود سال یازدہ از روی تحریر بیان

کاڈری دروازہ کے پاس ایک بڑی مسجد ہے اُسپر یہ عبارت کندہ ہے (این مسجد مرزا علی خان) آگے پتھر ٹوٹ گیا ہے بعدہ یہ عبارت ہی (ضابطہ مسند عالی حسام الدنیا والدین اعظم ہمایون المخاطب بشاہ عالم خان) پھر سنگ کتابہ شکستہ و ریختہ ہے من بعد سطر اخیر یہ ہے بتاریخ الثامن و العشرین من ربیع الآخر سنۃ عشرین و ثمانیۃ مائۃ بنا یافت آور دہلی دروازہ سے قصور شاہان غوری و خلجی تخمیناً ایک میل تک تھے اکثر گر گئے پتھر چونے کے ٹیلے ہو گئے ہیں اُنپر ہزاروں درخت جنگلی اُگے ہوئے ہیں اور جو کچھ باقی ہیں اُن کی کیفیت یہ ہے جہاز محل اِس کی ہیئت یہ ہی کہ ایک بڑا تالاب پختہ بنا ہوا ہے۔ اُس کے بیچ میں محل عالیشان بشکل جہاز ہے اور اس مکان میں جانے کے لیئے ایک پُل تھا وہ ٹوٹ گیا ہے۔ اور ایک محل اسکے قریب آدھا ہے بہشت منزل۔ اُسکا نام ہے آور اسکے پاس ہنڈولا محل ہے اِس مکان کو کسی مہندس یاضی دان نے تعمیر کیا ہے۔ جس طرف دیکھو ترچھا اور جُھکا ہُوا معلوم ہوتا ہے۔ قریب اِس کے وسیع اصطبل شاہی ہے۔ اِس کے بعد ایک باغ تھا۔ جس کی پختہ روشوں کے آثار باقی ہیں اِس کے بعد

جھروکا محل تھا جو تمام منہدم ہو گیا ہے اِسکے آگے چینی مسجد تھی جسپر تمام چینی کا روغن تھا یہ مسجد بھی سب گر گئی ہے۔ کچھ دیواریں باقی ہیں اسکے آگے بادل محل اور نقار خانہ اور متعدد مکانات کارخانجات شاہی کے تھے مثل فراش خانہ توشکخانہ فیل خانہ جسمیں سات سو ہاتھی تھے اسکے آگے دو بڑی بڑی باولیاں ہیں اور جو اگلے مکانات سب منہدم ہیں ایک بنگلہ باقی ہے اِسکے آگے ایک سنگین تالاب ہے اسکے بعد چار محل کی عمارت تھی جو اب بڑا بلند ٹیلا نظر آتا ہے اور اُسپر جنگلی درخت بکثرت اُگے ہوئے ہیں اسکے بعد مکی محل تھا جسمیں حرمین شریفین کے مسافر اور عرب فروکش ہوتے تھے اس کا صرف ایک دالان باقی ہے اسکے آگے چمپا باولی ہے جس کے چار طرف زمین میں سہ منزلہ عمارت بہت بنی ہوئی ہے۔ آگے اِسکے کوکا بقال کا محل ٹوٹا پھوٹا کچھ باقی ہے اور ایک مقبرہ عالیشان ہے۔ پھر جامع مسجد ہے یہ عمارت بہت بڑی سنگ سُرخ کی ہے اور کہیں کہیں سنگ مرمر بھی لگا ہے۔ دروازے پر گنبد ہے باہر سے مربع عمارت اندر سے مثمن۔ مسجد کے جنوب و شمال دالان در دالان مثل خانقاہ عمارت پختہ و سنگین ہے اور طرف مشرق مدرسۂ عالیشان اور سمت مغرب مسجد بلند ارکان وسط صحن میں حوض ہے اور دروازہ مسجد پر یہ تاریخ کندہ ہے۔

مسجدِ عالی بنا و معبدِ گردون مقام ۔۔۔ ہست بر رکن حطیمش ہمسر بیت الحرام

از در تعظیم قدرش چون کبوتر در حرم ۔۔۔ قدسیان اندر طواف او بعز و احترام

بانی این بیت اقدس خسرو غوری ہوشنگ ۔۔۔ ثانی محمود و مسعود و شہاب الدین سام

زاقتضای حادثات و ہم ز اوضاع فلک ۔۔۔ چون برآمد آفتاب عمر او بالای بام

گفت با محمود خلجی نور عینین مغیث	از رہ روشندلی آن شاہ دارا احتشام
در ترقیات عمارات و دفع دشمنان	می کنم بر تو وصیت من بجہد و اہتمام
ہم برائے اختتام مسجد جامع کہ من	طرح آن افگندہ ام چون مسجد و الاشام
صورت الطاف حق سلطان علاؤ الدین کہ ہست	منظر انوار دین مرآت حاجات انام
کرد در تاریخ سال ہشصد و پنجاہ و ہشت	ہم بحکم این وصیت این عمارت را تمام

مخفی نہ رہے کہ محمود خلجی کا لقب علاؤ الدین تھا اور یہ ملک مغیث الدین المخاطب مسند عالی الاعظم ہمایوں شاہ عالم خاں کا بیٹا ہے اور رشتہ میں برادر خالہ زاد۔ چونکہ یہ بہت لایق آدمی تھا اور ہوشنگ لاولد مرا۔ اس کو ہوشنگ نے وقت مرگ سلطنت دیدی۔ اور ہوشنگ نامہ میں لکھا ہے کہ یہ ۸۳۸ ہجری میں فوت ہوا تاریخ وفات یہی آہ ہوشنگ شاہ نماند۔ المختصر اس مسجد کے پاس خواجہ عبداللہ شطار کا مزار ہے اور پختہ و سنگین صدہا قبور اُسکے آس پاس ہیں۔ اور قریب قبرستان ایک محل عالیشان منہدم اور ایک باغ ویران ہے۔ رہبر نے مجھسے کہا کہ اشرفی محل اسکا نام ہے ہیں لاکھوں اشرفیاں در و دیوار پر جڑی ہوئی تھیں۔ سال گزشتہ میں ایک سیاح کو یہاں سے ایک اشرفی ملی اُسنے راجہ انند راؤ رئیس دھار کو جا کر دے دی اور انعام پایا۔ تین ماشہ اُسکا وزن اور کلمۂ طیب اُسپر سکوک تھا۔ عبرت کا محل ہے اب اِس مکان کا پتھر چونے کا ایک ٹیکرا نظر آتا ہے جسپر صدہا درخت جنگلی اُگے ہوئے ہیں۔ اور مخفی نہ رہے کہ عبداللہ شطار کا مقبرہ تمام سنگ مرمر کا بنا ہوا تھا وہ گر گیا لوگ پتھروں کو اُٹھا لے گئے۔ اُسکے کلس کا پنجہ آہنی بیرون قلعہ موضع مانڈو کے بازار میں گڑا ہوا ہے اور اُسپر ایک کپڑے کی جھنڈی لگی ہوئی ہے اور اب قریہ کے لوگ اُسے **الا اودل** کے سانگ

یعنی برچھی آہنی کہتے ہیں اور یہ درویش پاکیزہ کیش غیاث الدین شاہ مانڈو کے عہد میں خراسان سے آئے تھے۔ اور جامع مسجد کے پیچھے ہوشنگ کا مقبرہ ہے۔ جسکو محمود خلجی نے سنہ ۸۴۳ ہجری میں بصرف لکوکھا روپیہ تعمیر کرایا تھا۔ اس گنبد عالی کی کرسی بلند گنبد ہشت پہل سنگ مرمر کا ہے اور دروازہ احاطہ گنبد سنگ سرخ کا بنا ہے اور احاطہ میں سیکڑوں قبریں خوانین اور امراء واکابر کی بھی سنگ ماشی کی عمدہ بنی ہوئی ہیں۔ اور گنبد کے اندر تین قبریں سنگ مرمر کی ہیں اور آثار دیوار مقبرے کا بہت عریض ہے اسمیں متعدد زینے بنے ہوئے ہیں اور متعدد حجرے ہیں اور گنبد کے لداؤ کی درودیوار میں بحساب علم ہندسہ و قواعد علم ریاضی باریک باریک ہزاروں سوراخ ہیں ہوا اُن میں سرایت کرکے پانی ہو جاتی ہے ہمیشہ قطرات آب گنبد سے ٹپکتے ہیں۔ عوام الناس اسکو ہوشنگ کی کرامت تصور کرتے ہیں اور اس گنبد میں کوئی بات کرے تو اسقدر آواز گونجتی ہے کہ میں نے کسی گنبد میں ایسی نہیں دیکھی۔ جانب مغرب مقبرہ ایک بڑا لنگر خانہ ہے۔ کسی زمانے میں ہزاروں فقیر محتاج وہاں سے کھانا صبح و شام پاتے تھے اور مسجد جامع اور احاطہ مقبرہ سے ملحق ترپولیا تھا۔ وہ اب گر گیا ہے۔ دروازوں کے نشان باقی ہیں۔ ان عمارات عالیہ کے مشاہدہ سے دانشمندوں کو عجیب عبرت ہوتی ہے اور رقت طاری ہوتے ہی میں دیکھکر بہت غمگین ہوا

	خانہ داری میکند در قصر قیصر عنکبوت		بوم نوبت میزند بر گنبد افراسیاب

القصہ اس کے آگے ساغر تالاب ہے جسکو اب ساگر تال کہتے ہیں اور اب انگریز اسی تالاب کے کنارے خیمہ لگاکر فروکش ہوتے ہیں۔ اسکے آگے بازار اور شہر کوسوں تک آباد تھا جو اب جنگل وحشتناک مسکن سباع ہے اور جامع مسجد سے طرف جنوب جسقدر شہر آباد تھا وہ سب ویران منہدم مثل

مداین کسرا پڑا ہے۔ صرف دریا خاں کا مقبرہ اور چند تالاب پختہ باقی ہیں۔ بھیلوں کی زبانی ایک تالاب کا نام موتی چور اور ایک کا نام رنگ راو کا تالاب معلوم ہوا۔ اس تالاب کے کنارے پر اکبر خاں کا مقبرہ ہے۔ اسکے ستون بشکل پائے فیل بنے ہوئے ہیں اور آگے اس جگہ سے دریا خاں کی بی بی کا مقبرہ اور معافی خاں کا مقبرہ اور مسجد اور باولی اور خلجی خاں کا مقبرہ اور اعظم ہمایوں کا مقبرہ ہے اس کے آگے لالہ باغ تھا جسکی پختہ روشوں کا نشان پایا جاتا ہے بعدہ دور تک مکانات کے نشان اور جنگل ہے۔ پھر ایک مسجد عالی شان اور برابر مسجد ایک وسیع پختہ سرا ٹوٹی پڑی ہے اور مسجد پر یہ تاریخ کندہ ہے ؎

بفال خوب و وقت سعد و فرخ سال و مہ انور	چہارم ماہ شہر اللہ روز جمعہ سعد اکبر
سنین سی و پنج و ہشتصد سال سن ہجرت	شمردہ بود روز ماہ در حکم عرب یکسر
کہ شد این مسجد اسلام را بنیاد در عالم	کہ سقف و گنبد او سودہ سر با گنبد اخضر
بنای مسجد عالی مغیث الدین و الدنیا	الغ اعظم ہمایون خان ہفت اقلیم و نہ کشور
ز دست ہمت او شد مرتب این چنین مسجد	کہ کس دار الامان خواند کسی کعبہ کند باور
مرتب شد بسلخ ماہ شوال این بنائے خیر	کہ باد این خیر اندر نامۂ اعمال خان مضمر
مزین کرد شان خطبۂ محمود شاہ والا	بود این بر زمین کوہ تا مانند چرخ اختر

اور بجانب مغرب سا کرتال و مقبرے فیل بانوں کے ہیں اور بجانب راست مسجد ایک عظیم الشان امام باڑہ تھا منہدم ہوگیا ہے صرف ایک سہ دری سبیل کی باقی ہے اسپر کندہ ہے۔ دم آبی بجور بیاد حسین۔ اور تھوڑی دور کے بعد نشیب میں ایک مکان سنگین ہے۔ جا بجا در و دیوار و سقف سے پانی

جھرتلب ہے اور حوضوں میں جمع ہوتا ہے۔ یہ مکان نہایت دلچسپ اور پرفضا باصفا ہی اُسپر یہ بیت
کندہ ہے ؎ توان کردن تمامی عمر را مصروف آب و گل + کہ شاید یکدمی صاحبدلی اینجا کند منزل
اور اس بیت کے نیچے منظفر خان سنہ ۹۸۲ ہجری کندہ ہے۔ اور ایک سمت پتھر پر یہ عبارت منقوش
ہے سنہ ۴۴ الٰہی موافق سنہ ۱۰۰۸ ہجری اعلیحضرت جہان پناہ فلک بارگاہ ظل اللہ اکبر شاہ متوجہ فتح دکن
بودند باینجا عبور افتاد **رباعی** تا کے گوئی بچرخ شد خانۂ ما + خندند بما و بردل دیوانۂ ما + ز افسانۂ
دیگران بیا عبرت گیر + زان پیش کہ بشنوند افسانۂ ما + اور ایک جانب یہ عبارت کندہ ہی سنہ ۱۰۰۹
ہجری حضرت اکبر شاہ فتح دکن و خاندیس نمودہ مراجعت فرمود **رباعی** دیدم جغدے نشستہ در
وقت پگاہ + بر کنگرۂ مقبرۂ نوشیروان شاہ + فریاد کنان زروی عبرت میگفت + کو آن ہمہ حشمت و
منال و آن ہمہ جاہ + مخفی نہ رہے کہ محمد معصوم شاعر متخلص بہ نامی متوطن بھکر ملازم جلال الدین اکبر
اس خدمت پر مامور تھا جہاں اکبر کی سواری گزرتی تھی یہ شخص وہاں کی کسی عمارت نامی پر تاریخ ورود
بادشاہ اور اپنا کوئی شعر کندہ کر دیتا تھا۔ جامع مسجد برہانپور وغیرہ پر جابجا راقم **محمد عباس** نے ایسے
کتابے دیکھے ہیں۔ آگے اِس مکان سے پہاڑ کے ایک غار عمیق میں بیرم دیو کی سرا اور شیرین بیگم دختر سلطان
محمود خلجی ثانی کا مقبرہ سنگ مرمر کا جالی دار مشبک نہایت عمدہ بنا ہوا ہے اور قریب اُسکے دو مقبرے اور
ایک مسجد ہے اور آگے دامن کوہ میں ایک شکارگاہ تھی جسکے اب چونہ پتھر کے ڈھیر پڑے ہیں اور ایک
تختۂ سنگ پر یہ عبارت کندہ ہے بناءت العمارۃ بعہد السلطان الاعظم الباسل والخاقان المعظم
العادل جلال الدین محمد اکبر شاہ خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ۔ کتبہ فریدون فدوی بن حاجی حسن سنہ ۹۸۳ھ
اور اسکے آگے ایک چھوٹا قلعہ سنگین ہے اُسکے اندر دو حوض اور ایک تالاب سنگین اور دو حمام عمدہ

ہیں۔ باقی عمارت افتادہ خاویہ علی عروشہا اور چونتیس ضرب توپ دھری ہیں اور پھر ایک ٹیکرے ایک مسجد اور غیبی شاہ فقیر کی قبر ہے۔ اور ساگر تال محل نزول انگریزان حکام عصر سے جنوب کی طرف ایک ائی کا محل اور مقبرہ بنا ہوا ہے اور صدہا بلکہ ہزارہا مکان منہدم پڑے ہیں جن کی چھتوں پر بڑے بڑے درخت خراسانی املی اور کھرنی وغیرہ کے خودرو اُگے ہوئے ہیں۔ اور بعض عمارات عالیشان کہ اُنکا حال بعض تواریخ میں راقم کی نظر سے گزرا ہے اُنکا کچھ بھی پتہ و نشان نہ ملا جیسے نیل کنٹھ کا محل جو سات منزلہ تھا اور تمام کاشی کار آبی رنگ کا بنا ہوا تھا۔ اور جہانگیر بادشاہ نے اپنی تاریخ تزک جہانگیری میں اُسکا حال لکھا ہے اور دار الشفا محمود خلجی جسکو محمود نے ۸۴۹ھ ہجری میں تعمیر کیا تھا اُسمیں صدہا بیماروں کا علاج ہوتا تھا۔ اور حکیم فضل اللہ المخاطب بہ حکیم الحکما افلاطون دوران اُس کا مہتمم و حکیم باشی تھا۔ اور انتہائے قلعہ پر ناصر الدین مانڈوی کا محل ہے جسنے عمارت کا زیادہ شہر دار الفتح اوجین میں تعمیر کی ہے۔ یہ محل اکثر منہدم ہو گیا ہے صرف پانچ دروازے عالیشان باقی ہیں اور ایک حوض جسکو ریوا کنڈ کہتے ہیں۔ اس محل کے دروازے پر ایک کتابہ تھا اُسکا تختہ سنگین ٹوٹ پھوٹ گیا سطر اخیر جو باقی تھی وہ یہ ہے السلطان الاعدل الاعظم والخاقان الافضل الاعلم ناصر الدین شاہ ۹۱۳ھ ہجری۔ اور ایک حصہ محل کا جو سالم ہے اُسکا نقشہ یہ ہے کہ دو صحن وسیع کے ہر چہار طرف سنگین مکانات خوش قطع بنے ہوئے ہیں اور ایک اصطبل اور ایک مکان خدام کے رہنے کا علیحدہ بنا ہوا ہے اس مکان کے آگے ایک بلند ٹیلہ ہے اُسپر دو منزلہ عمارت ہے۔ اور اُسکی چھت پر سے دریائے نربدا نظر آتا ہے اور دوربین سے دیکھو تو کوسوں تک جنگل پہاڑ نظر آتے ہیں اور یہاں بڑی شکارگاہ بنی ہوئی تھی جس کی دیواروں کے نشان رہ گئے ہیں۔ اور دہلی دروازے کے پاس بجلی شاہ اور نظام الدین صوفی وغیرہ کے

مقابر و مساجد ہیں اور جانب شمال مقبرہ جلال خاں کا ہے اور تاراپور دروازہ کے قریب ایک تالاب ہے لب تالاب تارا شاہ فقیر کا مقبرہ و مسجد ہے اور جانب چپ دہلی دروازہ صوفی خاں کی مسجد موسی خاں کا محل اور دور تک عمارات منہدم کے پتھر پڑے ہیں کہ اُن میں اب انسان کا گزر دشوار ہے اور ایک طرف پہاڑ کے ترائی میں اُترنے کو سات سو زینے سنگیں ہیں ایک مسجد سنگین شکستہ کے دروازے پر یہ کتبہ بخط ثلث کندہ ہے۔

سپہر مجد و معانی و شمس دولت و دین	الغ سپہ کش دوران ملک مغیث الدین
وزیر عرصہ گیتی پناہ مُلک و مِلک	بزرم خسرو و رستم نگاہ جستن کین
بعلم و عقل بمانند آصف بہت خضر	بخیر طاعت توفیق حق یقین و معین
بوقت سعد نہادہ بنائے این مسجد	کہ ہست رونق او رونق سپہر برین
بسال ہشتصد و سی و دو (۸۳۲) گشت از ہجرت	تمام از کرم خالق زمان و زمین

اس تمام شہر ویران میں سو تالاب سے زیادہ ہوں گے اگر فی تالاب لاکھ روپیہ صرف تعمیر سمجھا جاوے تو کرور روپیہ سے زیادہ ہوتے ہیں اور تمام عمارت شہر و اماکن شاہی پر اگر غور کیا جاوے تو کرورہا روپیہ کی عمارت ہوگی۔ خیال کرنا چاہیئے کہ جب یہ شہر آباد ہوگا۔ کیا کیا اسباب تجمل سے آراستہ ہوگا اور کیسے کیسے آدمی اس شہر میں بستے ہوں گے۔ شاہان غوری و خلجی کے فیل خانے میں سات سَو ہاتھی اور اصطبل میں سات ہزار گھوڑے تھے۔ ایک شخص معتبر نے مجھ سے بیان کیا کہ میں ایک فرنگی کا نوکر تھا وہ مانڈو کی سیر کو گیا۔ ایک قبر کے تعویذ پر سورۂ ملک کندہ تھی۔ انگریز نے قبر توڑی اور تعویذ اکھاڑا تا کہ عجائب خانہ میں لیجا کر رکھے۔ اُسمیں مُردہ سفید کفن پوش پایا۔ بند کفن کھول کر اسکا

چہرہ دیکھا وہ مردہ کہنہ گویا زندہ درگور تھا۔ اُسنے آنکھیں کھول کر بچشم غضب گھور کر دیکھا انگریز دہشت سے بیہوش ہوگیا۔ ہمراہیوں نے قبر کو بند کردیا اور انگریز کو فرودگاہ پر اُٹھا لائے بعد چند ساعت وہ مرگیا۔ اور مخفی نہ رہے کہ قلعہ مانڈو سے ظفرآباد نعلچہ تین کوس ہی اور وہاں سے شہر پیران دھار آٹھ کوس اور وہاں سے شہر اندور ستّرہ کوس ہی اور بعد تئیس برس مشاہدہ مانڈو سے ۱۲۹۰ھ ہجری میں تالیف تاریخ ترک افغانی کے وقت راقم تاریخ دلچسپ نے منشی سید علی حسن خلف منشی سید حافظ علی مرحوم سابق مہتمم محکمۂ فوجداری اندور کو بھوپال سے خط لکھکر مسجد مانڈو کے تعداد در و گنبد و وسعت صحن و طول و عرض ایوان مسجد و مدرسہ و خانقاہ وغیرہ کا حال دریافت کیا معزی الیہ نے لکھا کہ اب مسجد یمین و یسار سے گرگئی ہے (۱۶۵) ستون اور (۴۹) گنبد کلاں اور (۴۶) گنبد خورد باقی ہیں اور صحن کا طول (۲۴۸) فٹ دو انچہ اور عرض (۷۶) فٹ ۷ انچہ اور بلندی کرسی پندرہ فٹ ۲ انچہ اور تعداد زینہ (۱۵) عدد ہے فقط اسکو بھی ۱۳۰۱ھ ہجری تک بارہ برس گذر گئے۔ غالباً اب بقیہ عمارت اور بھی منہدم ہوگئی ہوگی والبقاء للہ جل شانہ +

عمارت سانچی اور اُسکے اطراف کا حال

یہ مقام شہر بھوپال سے نو کوس اور شہر عالمگیر بھیلسہ سے تین کوس کے فاصلہ پر متصل سڑک ریل واقع ہے ایک چھوٹے پہاڑ کے سطح پر شکستہ ریختہ ایک کہنہ عمارت کسیقدر باقی ہے عقلائے فرنگ حکام دولت انگلشیہ اکثر اُسکے دیکھنے کو جاتے ہیں ۱۲۶۹ھ ہجری میں میجر الگزنڈر نے بہت غور سے دیکھکر اسکی ایک تاریخ انگریزی زبان میں قابل تعریف لکھی ہے۔ خلاصہ اُسکا یہ ہے کہ یہ مکان چھ سو یا نو سو برس قبل حضرت مسیح تعمیر ہوا ہے بسمی آریا پرش ایک فقیر یہاں رہتا تھا اور وہ شاہ چین کا گرو یعنی مرشد تھا

اُسکے مرنے کے بعد فغفور چین نے چار سو سنگ تراش بھیجکر اُسکی چھتری یعنی مقبرہ بسبیل یادگار بنوا دیا تھا۔ اسکے حجاری و بُت تراشی کو بغور تمام انگریز لوگ ملاحظہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بڑے اُستاد ماہر فن کاریگروں نے بنایا ہے۔ قبر فقیر مذکور بصورت نردچوسر ٹھوس بنی ہوئی ہے اور صرف پتھر بلا چونہ وغیرہ باہم ایسے وصل کیے ہوتے ہیں کہ انکا جوڑ اب تک نہیں کھلا ہے اور گنبد جو مثل نردچوسر ہے جسکو وہاں کے دیہاتی ساس بہو کا ہٹیہ کہتے ہیں وہ مہندس نے ایسے حساب خوبی کے ساتھ بنایا ہے کہ گرد و غبار اُسپر ٹھیرتا نہیں اور گھاس درخت جمتا نہیں اور اس قبر کے گرد مربع حصار بصورت کٹہرہ سنگین بنا ہوا ہے اور چار سمت چار دروازے ہیں۔ چونہ لوہا شیشہ وغیرہ بجاے وصل سنگ کچھ نہیں ہے۔ کاریگروں نے مثل کام نجاری سل نکالکر ایک پتھر کو دوسرے سے ایسا صحیح وصل کیا ہے کہ جوڑ اب تک بدستور بہم پیوستہ ہیں اور تصاویر ایسی عمدہ بقواعد علم تصویر کشی و مجسمہ سازی بنائی ہیں کہ فرنگی دیکھکر عش عش کرتے ہیں۔ خوردبین سے تمام اندام کے مسام اور نشان عروق اور استخوان کے جوڑوں کے نشانات جیسے جسم انسان پر معلوم و محسوس ہوتے ہیں ویسے ہی معلوم ہوتے ہیں اور جا بجا کٹہرے کے پتھروں پر بخط قدیم کچھ لکھا ہوا ہے جو ملک چین میں پڑھا گیا تھا اور اُسکے رو سے حال مرقوم الصدر معلوم ہوا۔ میجر مذکور نے گنبد سطور میں ایک سوراخ کیا وسط گنبد میں ایک صندوق سنگین پایا۔ اُسکو باہر نکالا۔ اور کھولا۔ اُسمیں سے ایک سنگ مرمر کا پیالہ نکلا اور اُسمیں استخوانہاے سوختہ دانہاے مروارید ناسفتہ آمیز دھرا ہوا تھا۔ موتی تمادی ایام سے زرد بے آب ہوگئے تھے اور پیالہ پر آریا پرش کندہ تھا۔ راقم نے اس جگہ کو بچشم خود دیکھا ہے منجملہ تصاویر ایک جگہ کٹہرے پر گمبی ودھسپہ کی شبیہ بھی کندہ ہے +

اور یہاں سے چھ میل کے فاصلے پر موضع سناری میں بشکل زرد چوسرا ایک ٹھوس گنبد ہے وہ دھرم گپت کی چھتری ہے اور وہاں سے تین میل کے فاصلہ پر موضع ست دھارا میں اس کی ہم شکل دوسرا گنبد ہے وہ گوپی گپت کی چھتری ہو اور یہ دونوں مریدان وجانشینان آریا پرش کے تھے۔ لندن سے چند انجنیر اس عمارت کی خوبیاں دیکھنے کو آئے اور نقشہ اُتار کر لے گئے اور جسقدر پتھر منقش اور تصاویر شکستہ وسالم منتشر پڑی پائیں سب کو ایک جگہ اُس احاطہ میں جمع کرا دیا۔ اور اب وہاں ایک مکان فرودگاہ صاحبان یورپ کے واسطے بن گیا ہے اور نیز ایک چھوٹا سا ریل کا اسٹیشن بھی بنا دیا گیا ہے تاکہ جو سیاح آوے وہ بے تکلف و تکلیف وہاں اُتر پڑے بچشم عبرت آثار کہنہ کو دیکھے اور اُسکے صنائع بدائع کو سمجھے اور یہاں سے بفاصلہ چند کوس قصبہ کورواٸی کے پاس ایک ندی کے کنارے کہنہ آثار عمارات کے پائے جاتے ہیں اور موسم بارش میں چار رتی سے تین ماشہ تک کا پیسہ مسی اور شاذو نادر نقرہ بھی اُس ویرانہ کی زمین سے ملتا ہے اُسپر چینی حروف سکوک معلوم ہوتے ہیں۔ وقت تالیف نقدروان تاریخ سکہائے شاہان راقم نے یہ پیسے طلب کیے۔ اور تاریخ مذکور میں اُن کی شبیہ منقوش کردی ہے۔ صوبہ مالوہ میں چند جگہ آثار کہنہ میری نظر سے گزرے ہیں۔ قریب کورواٸی موضع پتھاری میں ایک ڈال پتھر کا چودہ گز بلند ایک منار ہے اور اُسپر چھوٹے چھوٹے بہت بُت ترشے ہوئے ہیں اور ایک کتابہ بخط ہندی قدیم لکھا ہے جو اب پڑھا نہیں جاتا۔ اور پتھاری سے کوئی آدھ کوس پر ایک تالاب ہے اُسکے گرد چند بتخانے قایم ہیں۔ اُن میں سے ایک عالیشان مندر ہے اُسمیں ایک پتھر سے بنی ہوئی چند مورتیں بایں نہج ہیں کہ ایک عورت نہایت حسین لیٹی ہوئی ہے اور اُسکے پہلو میں ایک طفل شیر خوار لیٹا ہوا ہے اور چند عورتیں جنکے جسم پر زیور مثبت کندہ ہیں مثل کنیزان

کھڑی ہیں۔ اور اس مقام سے تھوڑے فاصلے پر موضع ایرن ہے وہاں بھی ایک منار ایک ڈال
پتھر کا مثل منار موضع پٹھاری استادہ ہے اور برابر منار کے ایک بُت قوی ہیکل ہے اُس کے کاندھے
اور پیٹ اور سر پر بہت چھوٹے چھوٹے بُت بنے ہوئے ہیں۔ اور موضع گیارسپور کے قریب ایک
سنگین بتخانہ ہے اُسپر اگر کوئی پتھر کھینچ کر مارے تو دیوار سے ایسی آواز پیدا ہوتی ہے جیسے تانبے اور
پیتل کے ظرف پر کوئی چیز گرنے سے آواز پیدا ہوتی ہے۔ اہل دیہات اُسے بج مندر کہتے ہیں اور
موضع اودے پور میں جو مندر عالیشان راجہ اودیاوت کا ہے اُس کی نقاشی قابل تعریف ہے اور
بھوپال سے بفاصلہ ۷ کوس موضع بھوجپور میں راجہ بھوج کا مندر شکستہ ریختہ کہنہ قریب دو
ہزار برس کا موجود ہے۔ اُسمیں چار ستون ایک ڈال پتھر کے ۲۵-۲۵ ہاتھ کے بلند قائم ہیں۔ اور انکے
درمیان مہادیو کا لنگ بہت سطبر پانچ گز کا قائم ہے۔ اور دروازہ بتخانہ پر کتابہ بخط ہندی قدیم کندہ ہے
سمت ۱۵۹ بکرماجیت میں یہ بُت خانہ بنایا گیا تھا۔ اور شہر بھوپال سے بارہ کوس ندی پاربتی کے پار
ایک میدان وسیع اُسکا نام ساکھا ہے۔ ہر سال اگہن یعنے ماگھ کے مہینے میں وہاں میلہ ہوتا ہے۔
ساکھی کا میلہ تمام ملک مالوہ میں مشہور ہے ہزارہا بیل گائے وہاں آتے ہیں اور فروخت ہوتے
ہیں۔ سوداگروں اور خریداروں کا ہجوم ہوتا ہے۔ اور اس میدان میں صرف ایک مندر عالیشان منقش
سنگین بنا ہوا ہے اور میدان کے آگے ایک چھوٹے پہاڑ کے دامن میں موضع بہار راجہ نرسنگھ گڈھ
کی عملداری میں ہے اُسکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی زمانے میں یہ موضع ایک شہر ہوگا
دور تک آثار عمارت کے پائے جاتے ہیں اور سیکڑوں قبور سنگین اب تک موجود ہیں اور سانپ
گوہیرے وہاں بکثرت ہوتے ہیں اور ایک بڑی مسجد ویرانے میں واقع ہے اُسپر گیارہ شعر فارسی کندہ

ہیں۔ اشعار میں نے لکھ لیئے تھے۔ اتفاقاً جیب سے پرچہ جاتا رہا۔ غالباً ۹۴۴ سنہ ہجری مصرع تاریخ
سے حاصل ہوتے ہیں۔ اور محمود خلجی اورنگ نشین شادیاباد مندو عرف مانڈو کی وہ مسجد تعمیر کی ہوئی
ہے۔ المختصر متصل موضع مذکور پہاڑ کے دامن میں ایک چوترہ پر دو قبریں سنگین ہیں ایک پر سوگری
کے درخت کا سایہ ایسا محیط ہے کہ قبر پر گویا سبز چادر پڑی ہے اور اسمیں ہمیشہ پھول پیدا ہوتے ہیں اور
بے پانی کے وہ درخت قدرت الٰہی سے سبز و شاداب ہے۔ اور دوسری قبر پر جو برابر ہے کوئی شاخ
سوگری کی نہیں ہے۔ وہاں کے لوگ بیان کرتے ہیں کہ اگر کوئی اسپر شاخ کو پھیر دے تو وہ ڈالی
خشک ہوجاتی ہے۔ اور میرزا امیر بیگ شخص معتبر سکنہ نرسنگھ گڈھ نے بیان کیا کہ ہم اپنے اجداد سے
سُنتے آئے ہیں کہ موضع بہار کے پہاڑ پر کیمیا کی بوٹیاں ہیں۔ اور آخر بارش میں ہمنے جوگی بیراگی فقراء ہنود
کو وہاں اکثر پھرتے دیکھا ہے اور مشہور ہے کہ یہ لوگ کیمیاگر ہوتے ہیں اور نیز ہمکو اپنے بزرگوں
کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ زمانہ سلف میں وہاں ایک چرواہا تھا اُسکے پاس بہت بکریاں تھیں اور وہ
اُس پہاڑ پر چرا کرتی تھیں۔ اور وہ چرواہا بکریوں کی مینگنیاں جمع کر کے ہر شب الاؤ سلگاتا تھا اتفاقاً
ایک روز اُسکی بہو کے ہاتھ سے تانبے کی چوڑی الاؤ میں گر گئی۔ دوسرے دن جب الاؤ کی راکھ نکالی
تب وہ چوڑی ملی۔ دیکھا تو وہ سونے کی ہوگئی تھی چرواہا دیکھ سمجھ کر خاموش ہو رہا۔ روزانہ تانبے کی
چوڑیاں الاؤ میں ڈال دیتا تھا اور بکریوں کی مینگنیاں بھر کر آگ سلگا دیتا تھا دوسرے روز سونے کی
چوڑیاں نکال لیتا تھا۔ اسی طرح تھوڑی مدت میں وہ بڑا دولتمند ہوگیا۔ اُسنے اپنے گھر کے سامنے ایک
بُرج سولہ درجے کا بلند ستونہائے سنگین پر بنوایا اور اُسکی چھت پر ایک کڑاہ آہنی رکھا اسمیں شب
ایک من تیل اور ایک من بنولے ڈال کر روشن کر دیتا تھا۔ تمام رات بقدر ایک دو ہاتھ شعلہ مثل مشعل

روشن رہتا تھا۔ اور اسکی روشنی دور دور سے نظر آتی تھی۔ علاؤالدین خلجی بادشاہ مانڈو کو یہ حال معلوم ہوا۔ شاہ مذکور نے لشکر کشی کی۔ سُولنکی ویورہ۔ رگھونسی وغیرہ اقوام راجپوت جو وہاں کے زمیندار تھے لشکر شاہی سے لڑے۔ اٹھارہ ہزار راجپوت مارے گئے اور ہزاروں مسلمان تہ تیغ ہوئے اب تک وہاں چند گنج شہیداں اور سیکڑوں متفرق قبریں بنی ہوئی موجود ہیں۔ اس بادشاہ کے لشکر میں سید علی حسین اور حاجی کالو دو شخص روشنضمیر ولی کامل تھے اور راجپوتوں میں بہت سے ساحر ماہر تھے وہ بزور سحر بڑے بڑے پتھر فوج اسلام پر پھینکتے تھے۔ مگر ان دونوں اولیا کی برکت دعا اور عزائم خوانی سے وہ سلیں خالی زمین پر گرتی تھیں۔ انجام کار راجپوت مغلوب ہوئے۔ طاعت بادشاہ کی قبول کی۔ چرو راہا مارا گیا۔ گھر اُسکا تاراج ہو گیا۔ بادشاہ نے برج کو توڑ ڈالا۔ صرف یادگار و علامت کے واسطے پہلا درجہ باقی رہنے دیا۔ سولہ ستون اُسکے ایک ڈال پتھر کے ہیں۔ نو ستون اب تک قائم ہیں اور سات گرے پڑے ہیں اور باقی پتھر ستون پندرہ درجہ عمارت کی تعمیر قبور وغیرہ میں صرف ہوئے۔ وہ قبر جسپر موگری کا درخت سایہ فگن ہے اور بے پانی کے سرسبز اور ہمیشہ پھولتا ہے سید علی حسین یا حاجی کالو کا مزار ہے اور وہ قبر جو برابر قبر مذکور کے ہے جسپر درخت کی شاخ سبز خشک ہو جاتی ہے وہ اُنکے مرید خادم کی ہے جو بظاہر موافق و مطیع مرد پرہیزگار تھا اور باطن میں منافق بدکردار تھا۔ کفار کو مخفی لشکر اسلام کی خبر دیتا تھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔ دنیا قدرت خدا کا عجائب خانہ ہے۔

حصہ دوم تاریخ دلچسپ ختم ہوا

حصۂ سوم تاریخ دل حبیب یعنی

عبرت کامل تاریخ مسجد اقصیٰ و شہر بابل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مفتاح کل کتاب کریم

انبیاے سلف کی امت کا قبلہ شرق رو ہی۔ رسول خدا حضرت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بھی شرق رو مدت تک نماز پڑھی ہے جب حکم خدا صادر ہوا فول وجھک شطر المسجد الحرام طرف مغرب کعبہ رو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے نماز پڑھنا اختیار کیا۔ قبلہ اہل اسلام کعبہ شریف حضرت اسمٰعیل بن حضرت ابراہیم والد ماجد و لد اسعد کی تعمیر ہے۔ اور مسجد اقصیٰ کو جسے بیت المقدس اورشلیم ایلیا کہتے ہیں حضرت سلیمان بن داؤد نے تعمیر کیا تھا۔ سابق و حال کی کیفیت اعلام شائقین کے واسطے خاکسار محمد عباس شروانی لکھتا ہے *

مخفی نہ رہے کہ شہر بابل اور ہاروت ماروت کا ذکر قرآن شریف میں ہے۔ اور مفسرین نے تفاسیر میں

باختلاف بیان لکھا ہے سب کا حاصل یہ ہے کہ بمشیئت الٰہی ہاروت ماروت دو فرشتے متشکل
بشکل انسان بابل میں مقیم تھے وہ ایک خوبصورت عورت پر فریفتہ ہوئے۔ نام اسکا ناہید تھا جسکا
صحیح ترجمہ بلغت عربی زہرہ ہے۔ دونوں نے بپاس خاطر عورت مذکور شراب پی۔ نشہ میں اس عورت
کے ساتھ حرامکاری کی۔ ایک لڑکا یا مرد بھی اسکے ایماء سے مار ڈالا۔ مورد عتاب الٰہی ہوئے اور ایک
چاہ میں مقید و معذب ہیں اور شہر بابل جسکا مثل دنیا میں نہ تھا ویران پڑا ہے۔ چونکہ یہ حال عبرت
خیز اور حیرت انگیز ہے۔ اسلیئے تحریر کرنا مناسب معلوم ہوا۔ ان فی ذلک لعبرۃ لمن یخشی اور
نام اس رسالۂ مختصر کا عبرت کامل تاریخ مسجد اقصیٰ و شہر بابل رکھا واللہ الموفق للصواب

مسجد اقصیٰ

سلیمان بن داؤد علیہما السلام کا ارادہ مسجد اقصیٰ بنانے اور وصیت پدری بجالانے کا تھا سنہ ۲۹۴۰
ہبوط آدم میں حیرام حکمران ملک صور و حید اکا سفیر مبارکباد سلطنت عرض کرنے کو آیا حضرت
سلیمان نے بروقت رخصت فرمایا کہ داؤد علیہ السلام نے مسجد بنانے کا قصد کیا تھا مگر بمشیئت
خدا وہ ارادہ ملتوی رہا میں چاہتا ہوں کہ اسکی تعمیر کروں۔ تم مدد کرو۔ کسیقدر آدمی مقرر کردو کہ چوب
صنوبر کاٹ کر کوہ لبنان تک پہنچا دیں وہاں سے ہمارے آدمی لے آیا کرینگے۔ ہم اجرت تمہارے
آدمیوں کو دینگے۔ والیٔ صور نے قبول کیا اور جماعت کثیر کو اس کام پر مامور کردیا۔ اور مخفی نہ رہے کہ
صور و حیدا ایک جزیرہ کا نام ہے۔ جسکے چاروں طرف دریا ہے۔ سلیمان علیہ السلام نے تیس ہزار
آدمیوں کو حکم دیا کہ لکڑیاں لایا کریں۔ اور دس لاکھ چالیس ہزار من گندم اور اسیقدر جو اور اتنا ہی
روغن زیتون حیرام کے آدمیوں کے واسطے روانہ فرمایا اور اسی ہزار آدمیوں کو پتھر کھودنے اور

تراشنے پر اور ستر ہزار آدمیوں کو اُٹھالانے پر معین کیا اور جنّات کو بھی حکم دیا کہ اِن کے ساتھ مزدوری کیا کرو اور معادن سے جواہر آبدار اور دریاؤں سے موتی شاہوار نکالکر لایا کرو۔ اور تین ہزار چھ سَو مہندسوں کو مقرر کیا کہ معماروں اور مزدوروں سے کام لیا کرو۔ جب یہ سب اسباب جمع ہوگیا تب ایک قطعۂ زمین ساٹھ گز طویل اور بیس گز عریض اُسپر دیواریں تختہاے سنگ کی جو دس گز لمبی آٹھ گز چوڑی تھیں تیس گز بلند تعمیر کیں اور آگے ایک برآمدہ دس گز چوڑا بنایا گیا اور مسجد کے دو درجے قائم کیے گئے۔ اُن میں موزوں برآمدے اور کھڑکیاں طیار کی گئیں۔ اِس مسجد کے جملہ تپھر گھڑے اور اُبھرے ہوئے کندہ تھے اور اُنکے نقش و نگار عجیب و غریب تھے اور اُسوقت تک قلم آہنی سنگ تراشی اور نقاشی کے لیئے ایجاد نہ ہوئی تھی حضرت سلیمان نے ایک آلہ شامیر نام مثل دانہ جو سنگ تراشوں کو بنا دیا۔ وہ آلہ ایسا سر تیز اور آبدار تھا کہ فولاد اور سنگ کو تراش ڈالتا تھا۔ اور سوراخ کر دیتا تھا اور بعض مورخین کا قول ہے کہ شامیر تپھر اور فولاد کو توڑ کر نکل جاتا تھا اور جَو کے آٹے کے سوا اور کسی چیز میں نہ ٹھیرتا تھا۔ یہ آلہ ایک معجزہ معجزات سلیمان سے تھا۔ اُسی سے کاریگروں نے تپھروں پر نقاشی کی تھی۔ الغرض بعد طیاری مسجد اقصیٰ قدس القدس کی بنیاد ڈالی گئی۔ اِس مکان کی دیواریں بیس گز لمبی بیس گز چوڑی بیس گز اونچی تھیں۔ اور چھت چوب صنوبر سے پٹی تھی۔ در و دیوار اور چھت پر دبیز سونے کے پتر لگائے گئے تھے۔ جنپر پچاس پچاس مثقال طلا کی گل میخیں جڑی تھیں اور اسکا دروازہ پانچ گز طویل و عریض تھا۔ اور چوب زیتون کے کواڑ تھے اُسپر تمام سونے کے پتر دبیز نصب کیئے گئے تھے اور صفحۂ طلا پر ہر جگہ نہایت عمدہ اُبھرے ہوئے بیل بوٹے تھے۔ چھ سَو بدرہ سونا بیت القدس کے اندر اندر صرف ہوا تھا۔ اور پوشیدہ نہ رہے کہ ایک بدرہ تین ہزار مثقال کا ہوتا ہے۔ اور دو فرشتے

لکڑی کے تراش کر بنائے تھے۔ ہر فرشتے کا قد دس گز بلند دس گز چوڑا اور دس دس گز کے عریض
اُنکے پر پھیلے ہوئے تھے اور اُن کے پروں کے سایہ میں تابوت عہد رب العالمین رکھا گیا تھا اور
اُن فرشتوں کی پیکر چوبیں کو تمام سونے سے نہایت خوبصورت سادہ کار منڈھا تھا۔ اسکے سوا
مذبح یعنے قربانگاہ اور جملہ مکانات حوالی و اطراف پر سونے کے پتر لگائے تھے کہ تمام مکان سونے کا
معلوم ہوتا تھا۔ اور یہی حورام پسر صُور زرگر جو فن زرگری میں یکتائے عصر تھا اُسنے ہزارہا خوان طلائی
نہایت خوبصورت بنائے تھے اُن میں کھانا رکھکر روزمرہ تقسیم کیا جاتا تھا۔ اور حضرت سلیمانؑ کے
باورچی خانے میں روزمرہ چار ہزار ستاسو بتیس من آٹے کی روٹیاں قسم قسم کی پکتی تھیں اسپر قیاس کرنا چاہیئے
کہ اور اقسام کے اطعمہ کسقدر پکتے ہونگے۔ اور چپ و راست بیت المقدس پانچ پانچ جملہ دس منارہ طلائی
بنے ہوئے تھے اور شمعدان و مجمر وغیرہ بہت سی اقسام کے ہزاروں ظروف طلائی نقرئی مرصع تھے
جن کا شمار و حساب معلوم نہیں اور اسکے سوا تانبے کا سامان بیشمار تھا۔ ازانجملہ دو ستون مسی تھے
جنکا طول اٹھارہ گز اور دائرہ بارہ گز کا تھا اور اِن دونوں ستونوں پر ایک ایک طبق مسی منقش پانچ
پانچ گز کا مدور تھا اور ہر طبق میں بطور جھالر سو سو انار تانبے کے آویزاں تھے اور ہر طبق میں سات سات
زنجیریں پچاس پچاس گز دراز نصب تھیں اور ہر زنجیر کے سرے میں سو سو انار طلائی کا جھومر لگا تھا
اور اِن طبقوں پر مشجرہ پوش تارہائے طلا کا مثل جالی پڑا تھا جو ہر طرف چار چار گز لٹکتا تھا اور مختلف صورتیں
اُن پردوں پر تعبیہ تھیں اور چار چار سو انار مسی بھی اُنپر جھالر کی طرح لگے ہوتے تھے اور یہ دونوں
ستون ہیکل کے چپ و راست واقع تھے اکد یا عازم انکا نام تھا اور ایک طرف مسی دس گز چوڑا چکلا
پانچ گز اونچا مثل دیگ تھا حضرت سلیمانؑ نے اُسکا نام بحر رکھا تھا۔ اور بارہ بیل تانبے کے بنوائے تھے

تین تین بیل برابر کھڑے کرکے اُن کے اوپر ایک ایک ظرف بھر رکھا تھا اور دو طشت بنوائے تھے جنمیں پچاس پچاس مشک پانی آتا تھا۔ اور ان سب ظروف مسی پر شیر وغیرہ جانوروں کی صورتیں نہایت عمدہ بنی تھیں انکے سوا ہزاروں قسم کی چیزیں بنوا کر وہاں حضرت سلیمانؑ نے رکھی تھیں جنکی کچھ تفصیل اور نام اب معلوم نہیں +

القصہ جب مسجد اقصیٰ اور بیت المقدس غیرہ مکانات کی تعمیر پوری ہوگئی تب بڑا جشن ہُوا۔ جملہ بنی اسرائیل جمع ہوئے۔ اور بڑی دھوم دھام اور کر و فر اور تزک و احتشام و احترام سے تابوت سکینہ قدس القدس میں لاکر رکھا حضرت سلیمانؑ مسجد اقصیٰ میں گئے اور تسبیح و تہلیل شروع کی۔ جناب باری سے خطاب ہوا کہ اے سلیمان تم نے یہ مکان اچھا بنایا اور بندگی کو حد پر پہنچایا۔ مگر ایک دن ایسا ہوگا کہ بنی اسرائیل کافر بُت پرست ہو جائینگے اور شامت اعمال سے یہ عمارت خراب و برباد ہو جائیگی حضرت سلیمانؑ بعد نماز و دعا باہر آئے ایک لاکھ بیس ہزار بکریاں بائیس ہزار گائیں قربانی کیں جملہ قبائل بنی اسرائیل چودہ روز تک خوشیاں مناتے رہے پندرھویں روز اپنے اپنے گھروں کو رخصت ہوئے۔ یہ عمارت سات برس چھ مہینے میں پوری ہوئی تھی اور وقت اختتام بے شمار انعام و اکرام سے ایک عالم بہرہ یاب ہُوا تھا اور شاہان روے زمین نے عمدہ عمدہ قیمتی تحفے بھیجے تھے چونکہ ارشاد خدا کا ظہور برابر ہوتا ہے۔ تین سو پچاس برس کے بعد بخت نصر نے بیت المقدس کو فتح کیا اور اپنے سپہ سالار کو جس کا نام بنوزرواں تھا۔ حکم بربادی کا دیا۔ اُسنے قلعہ و شہر و مسجد اقصیٰ و بیت المقدس کی جملہ عمارات عالیہ کو ڈھا دیا۔ اور آبادی کو نیست و نابود کر ڈالا۔ توریت شریف کو جلا دیا۔ رعایا کو قتل عام کیا۔ کُل مکانات کو آگ لگا دی۔ چاندی سونے کا اسباب ستر ہزار شتر پر لاد کر شہر بابل کو روانہ کیا اور باقی بیشمار اسباب

توڑ پھوڑ کر خاک سیاہ کر دیا۔ اور سپاہ نے لوٹ لیا۔ بعد ازیں سنہ ۴۹۶ ہبوط آدم میں داریوش ثانی حکمران ایران کی توجہ سے تعمیر بیت المقدس دوبارہ شروع ہوئی۔ حضرت عزیر علیہ السلام بانی ہوئے داریوش نے حکم دیا کہ بلاد کنارہ دریاے فرات کی آمدنی معاروں مزدوروں کی اُجرت میں صرف ہو اور عمال و حکام اراضی مقدسہ کو لکھ بھیجا کہ عزیر علیہ السلام کو تعمیر بیت المقدس کے واسطے لکڑ پتھر وغیرہ جو کچھ درکار ہو فوراً دیا کرو اور قوم بنی اسرائیل کو تکلیفات دیوانی و حقوق سلطانی سے معاف رکھو۔ اور فرمان جاری کیا کہ جسقدر اسباب بیت المقدس کی لوٹ کا جسکے پاس موجود ہو بے تامل واپس دے ورنہ سزایاب ہوگا۔ اور جسقدر اور درکار ہو وہ خزانہ شاہی سے دیا جاوے حضرت عزیرؑ اسباب موجودہ لیکر سولہ سو آدمیوں کے ساتھ بیت المقدس کو روانہ ہوئے اور وہاں پہونچکر شہر پناہ قلعہ بیت المقدس کو از سر نو اساس سلیمانی پر طیار کیا۔ چونکہ بخت نصر نے توریت جلادی تھی اور بنی اسرائیل کے پاس ایک پرچہ بھی نہ رہا تھا۔ اسلئے اُنھوں نے عزیر علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ توریت لکھوادیں عزیر علیہ السلام کو توریت حفظ تھی۔ عزیرؑ منبر پر جا بیٹھے اور صبح سے زوال آفتاب تک توریت از بر پڑھی سامعین نے لکھ لی ہیں بعد سنہ ۵۶۷۵ ہبوط آدم میں طیطوس بادشاہ بابل نے پھر بیت المقدس پر فوج کشی کی اور بعد فتح اینٹ سے اینٹ بجادی اور مثل عہد بخت نصر رعایا کو قتل کیا۔ شہر کو لوٹ لیا۔ مکانات توڑ ڈالے جلادیئے بیت المقدس کو ڈھا دیا اس حالت قیامت آشوب میں ایک پیر زال طیطوس کے پاس آئی اور کہا کہ اے بادشاہ اگر بنی اسرائیل کے ظلم کا نمونہ دیکھنا چاہے تو اس ٹیلے کو جو تیری نظر کے سامنے ہی جاکر دیکھ کہ جب سے وہاں یحیی علیہ السلام کو قتل کیا ہے وہاں سے خون جاری ہے۔ ہرچند خاک ڈالی گئی مگر خون کا فوارہ بند نہوا۔ طیطوس گیا دیکھکر متعجب و متحیر ہوا اور حکم دیا کہ جب تک

خون بند نہو بنی اسرائیل کو اس ٹیلے پر قتل کیئے جاوٗ۔ اُسکے حکم سے ستر ہزار بنی اسرائیل
وہاں قتل کیئے گئے۔ تب خون کا فوارہ چلنا بند ہوا اور طیطوس ایک بلند جگہ بیٹھا ہوا دیکھ رہا تھا
اور عمدہ عمدہ مکانات کے جلنے اور منہدم ہونے سے سخت متاسف تھا۔ اس واقعہ کے بعد
جب رومی عیسائی ہوئے اور قسطنطین کی والدہ نصرانیہ ہوگئی اُس لکڑی کو اُسنے تلاش کیا جسپر
عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دینے کا گمان نصاریٰ کو تھا۔ جب وہ چوب دستیاب ہوئی تب بجاے
بیت المقدس کلیسہ بناکر چوب مذکور کو رکھا۔ مدت مدید تک یہ مکان یوں معظم رہا جب آفتاب اسلام
طالع ہوا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیت المقدس میں تشریف لائے مقام صخرہ کو کوڑے
کچرے سے صاف کرکے وہاں ایک مسجد بنادی۔ پھر ولید بن عبد الملک اموی والی دمشق شام
نے مجدداً مسجد کو عالیشان بنایا۔ سالہاے دراز تک اہل اسلام کا قبضہ رہا۔ ۵۰۰ھ ہجری میں ملوک
فاطمیہ مصر سے نصاریٰ نے پھر شہر قدس کو چھین لیا اور بالاے صخرہ کلیسہ بنایا تھوڑے عرصے کے
بعد صلاح الدین بن ایوب نے جو پہلے ملوک فاطمیہ کا وزیر تھا۔ فاطمیہ کو مستاصل کرکے خود شاہ مصر ہو گیا
خوفناک جنگوں کے بعد جنمیں ہزاروں بلکہ لاکھوں نصرانی اور مسلمان مارے گئے بزور شمشیر قدس کو
نصاریٰ سے چھین لیا اور ۵۸۰ھ ہجری میں کلیسہ توڑکر مسجد بنائی۔ پھر اِس مسجد کی مرمت عہد سلطنت
سلیمان خاں قیصر روم میں ہوئی۔ اور اہل اسلام کا قبضہ جب سے برابر بیت المقدس پر ہے اور
احترام بدستور۔ اور فی الحال جو ۱۳۱۱ھ ہجری قدسی ہے اُس مقام مقدس کی عمارت و آبادی
کی کیفیت یہ ہے۔ پہاڑ کے سرے پر مائل بنشیب شہر کی آبادی ہے گرد شہر کے فصیل پختہ و
سنگین تین چار میل کے دور میں مضبوط بنی ہوئی ہے تخمیناً چالیس ہزار آدمی شہر میں بستے ہیں

شہر کے چھ دروازے ہیں۔ باب[۱] خلیل غربی باب[۲] عمود شمالی باب[۳] طاہرہ شمالی باب[۴] مریم مشرقی باب[۵] داؤد قبلی باب[۶] مغاربہ جنوبی۔ شہر کے اندر باہر مسلمان یہودی نصاریٰ اور بعض سامری آباد ہیں اور بازاروں میں چھتہ پختہ بنا ہے اور تمام شہر کے شوارع سنگین پٹوان ہیں اور شہر میں جابجا نشیب و فراز ہے اور یہ بلندی پستی بربادی سابق کی نشانی ہے۔ صرف مسجد بیت المقدس کی زمین کا سطح ہموار ہے۔ کل سلاطین یورپ کے گرجے شہر کے باہر بنے ہیں سب سے عمدہ اور کلاں گرجا شاہ روس کا ہے اور شہر کے اندر ایک قدیم گرجا ہے جو وقت فتح اسلام بعہد حضرت عمر رضی اللہ عنہ باقی چھوڑ اگیا تھا۔ اب اسمیں تمام عیسائی عید کو جمع ہوتے ہیں شہر کے انتہائی گوشۂ جنوب میں مسجد بیت المقدس واقع ہے اسکا حرم حرم محترم مکہ معظمہ سے المضاعف وسیع ہے اور اسکی جانب شمال و مغرب و نصف جانب جنوب شہر ہے اور دیوار شرقی کے نیچے سے ملحق جانب کوہ طور ایک غار واقع ہے اسکو غار جہنم کہتے ہیں حرم بیت المقدس کے دس دروازے ہیں۔ باب[۱] العراق باب[۲] السلسلہ باب[۳] السکینہ باب[۴] المطہرہ باب[۵] القسطنطین باب[۶] الحدید باب[۷] الناظر باب[۸] النعیم باب[۹] الحطہ باب[۱۰] الاسباط اور جانب شرقی اور کچھ جانب جنوب میدان ناہموار ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کے مکانات کسی زمانے میں گرادیے گئے ہیں۔ مگر اب کہیں کہیں وہ میدان کچھ ہموار کیا گیا ہے اور جانب شمال کی آبادی شہر حرم سے ملگئی ہے اور جانب غربی بڑی بڑی عمارات دار خلوتیں بنی ہوئی ہیں اور جانب جنوب مسجد اقصیٰ ہے وہاں کل حرم میں چار منار ہیں تین تینوں گوشوں پر چوتھا جانب غربی اور تخت رب العالمین وسط صحن میں واقع ہے۔ اسکا

صحن زمین حرم سے اونچا ہے۔ مسجد اقصی کی جانب اس کے تیرۂ ۱۳ زینے ہیں اور شمال کی طرف پانچ۔ سب صحن سنگ سفید سے پٹا ہے طول اسکا مشرق و مغرب کی جانب دو سو تئیس ۲۲۳ قدم اور عرض شمال و جنوب کی جانب دو سو بیس ۲۲۰ قدم اور اگر صحن کے نیچے سے ناپا جاوے تو اُور زیادہ ہوگا۔ اس صحن کے چاروں طرف کشادہ محراب دار دروازے ہیں۔ جانب جنوب دو دروازے ہیں۔ فی دروازہ چار چار محراب اور مشرق کی طرف ایک دروازہ ہے جسمیں پانچ محراب اور شمال کی جانب دو دروازے ہیں اُنمیں تین تین محراب ہیں اور مغرب کی جانب تین دروازے ہیں ایک تین محراب کا اور دو چار چار محراب کے۔ جملہ آٹھ دروازے ہیں اور بیس محراب۔ صحن کے بیچ میں ایک قبہ عالیشان بنا ہے جسکا تین سو تینتیس ۳۳۳ قدم دور ہے۔ غالبًا اس کی بنا خلفاے بنی اُمیہ کے وقت میں ہوئی ہے اور اس قبہ کی ترمیم سلطان عبد العزیز خاں قیصر روم کے عہد میں ہوئی ہے۔ اور ایک جھاڑ بہت بڑا آبگینہ کا بیش قیمت اسمیں آویزاں ہے اس گنبد کے چار دروازے ہیں۔ ایک جانب شمال نام اسکا باب الجنۃ دوم جانب مشرق نام اُسکا باب المشرقی سوم جانب غرب نام اُسکا باب الغربی اور چہارم جانب جنوب نام اُسکا باب القبلی اسواسطے کہ سمت قبلہ یہاں سے جانب جنوب ہے۔ بیچ میں گرداگرد گول ستون ہیں۔ ان کے وسط میں ایک چٹان سپید مائل بہ زردی ہے غیر ہموار قد آدم بلند گرد اُس کے دیوار ہے آدمی اونچا ہاتھ کر کے اُسکو چھو سکتا ہے ایک جانب کم اور ایک جانب زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ اسکا دَل قریب ڈیڑھ ہاتھ کے ہوگا لوگ کہتے ہیں کہ یہ صخرہ ہوا میں معلق تھا۔ محی الدین عربی نے رفع خدشہ زایرین کے واسطے اسکے گرد دیوار بنا دی ہے جاب

جنوب اِس کے اندر جانے کا دروازہ روبہ نشیب ہے اور بیچ میں اِس سنگ کے ایک گول سوراخ ہے شجر زجاجی جو قبہ کی چھت میں معلق ہے شب کو اسکی روشنی حجرۂ مذکور میں آتی ہے اور احاطہ حرم بیت المقدس میں بہ تفصیل ذیل زیارات کے مقام ہیں۔ تخت رب العلمین قدم رسول محراب امیر حمزہ پنجہ جبریل مقام انبیاء جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب انبیاءؑ کو شب معراج نماز پڑھائی ہے۔ قدم ادریس مقام زبان تخت رب العالمین محراب سلیمان نشان سرمبارک رسول محراب خضر مقام جبریل محراب خلیل اللہ محراب داؤد مقام ارواح امت محمدیہ شگاف سنگ کہ حضرت سرور عالم کو وہاں سے معراج ہوئی۔ اور تفصیل زیارات کی جو فوق صخرہ واقع ہیں یہ ہے۔ محراب امام اعظمؒ باب جنت نمونہ شمشیر حضرت علی یعنی ذو الفقار درخت حل یں ساخت حضرت داؤد موی مبارک رسول اللہ۔ اور قبہ کی چھت مطلا ہے۔ اور اِس قبہ کے متصل جانب گوشہ جنوب ایک چھوٹا قبہ کشادہ گول ستون پر بنا ہے وہ حضرت داؤد کی عدالت کا مقام ہے اور صخرہ سے جانب جنوب قریب سو قدم پر مسجد اقصیٰ واقع ہے فقط

اور مخفی نہ رہے کہ جب سلیمان علیہ السلام تعمیر بیت المقدس سے فارغ ہوئے۔ تب سفر کیا اور دمشق سے گزر کر مقام تَدْمُرْ میں پہنچے جو دمشق سے چھ منزل اور حلب سے پانچ منزل ہے وہاں ایک محل اور قلعہ عالیشان انسان اور جنات کی دستکاری سے بنوایا اب وہ ٹوٹ پھوٹ گیا ہے مگر آثار موجودہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عجیب و غریب عمارت ہوگی۔ مرزا تقی سپہر مولف ناسخ التواریخ نے لکھا ہے کہ ۱۲۵۹ھ ہجری تک جسقدر ایک شمہ عمارت کا موجود ہے

اور معتبر لوگوں نے دیکھا ہے اُسکی کیفیت یہ ہے کہ تین سو گز لمبی اور دو سو گز چوڑی قطعہ زمین میں آٹھ آٹھ گز کے فاصلے پر ایک سو پچیس ستون سنگ خام کے ایک ڈال جنکا ارتفاع اٹھارہ گز اور دور چھ چھ گز کا ہے قائم ہیں اور ان ستونوں کے نیچے تین تین گز اونچی سنگ سفید کی کرسیاں ہیں اور ان کرسیوں پر دو دو گز کے برآمدے نکلے ہوئے ہیں اور ہر ایک ستون کا برآمدہ دوسرے ستون کے برآمدے کے مقابل ہے شاید انپر بخور کی انگیٹھیاں اُس زمانے کی رسم و عادت کے موافق رکھی جاتی ہوں گی اور ان ستونوں کے اوپر چار چار گز کے برآمدے نکلے ہوئے ہیں اور بہت خوش وضع منقوش و منقور ہیں۔ ہر ایک برآمدہ دوسرے برآمدہ سے مل گیا ہے اور ان میں ایک نہر کندہ ہے جو سب ستونوں میں پھرتی تھی اور اگر ستونوں کو سیدھا دیکھا جاوے تو ہر ایک اکیس گز بلند ہے اور جو ایک برآمدے سے دوسرے برآمدے تک عرضاً ناپا جاوے تو دس گز لمبے ہیں اور اس عمارت کے دو دروازے ایک ڈال پتھر کے قائم ہیں۔ ان کی بلندی ستونوں کی بلندی کے برابر ہے اور ان کے کواڑ بھی ایک ڈال پتھر کے ہیں جن کی بلندی چوبیس گز کی ہے۔ سوا اسکے باقی سب عمارت منہدم پڑی ہے والبقاء لله الواحد القهار۔ فاعتبروا یا اولی الابصار +

شہر بابل

سنہ ۲۳۵۷ ہبوط آدم میں نمرود اول عرف بیلس نے خطہ بابل میں بنام نینوا ایک شہر آباد کیا تھا اُسکی شہر پناہ کی چاروں دیواریں ساٹھ ساٹھ کوس لمبی پینسٹھ پینسٹھ گز اونچی ستائیس ستائیس گز چوڑی تھیں اور ہر طرف دیوار شہر پناہ میں پچیس پچیس دروازے پیتل اور لوہے کے ڈھلے ہوئے تھے جنپر دھوپ پڑنے سے

نظر نہیں ٹھہر سکتی تھی اور ایک دروازے سے دوسرے دروازے تک تین تین برج ارتفاع
فصیل سے ساڑھے تین گز بلند بنوائے تھے اور شہر میں پچاس سڑکیں بڑی چوڑی تھیں اور باقی
متوسط ان کے تقاطع سے پچاس بازار چوپڑ کے اور چھ سو پچیس محلے مساوی الاضلاع بن گئے تھے
جنکا دور بارہ بارہ کوس کا تھا۔ اور سڑکیں کلاں اتنی اتنی چوڑی تھیں کہ باشندوں نے اپنے گھروں کے
سامنے چمن لگائے تھے اور ستائیس گز چوڑی ایک نہر دریاے فرات سے کاٹ کر بیچوں بیچ میں
لاکر جاری کی اور پھر دریاے فرات میں ملا دی تھی۔ اور اُسکے کنارہ پر گلدستہ نما پختہ و سنگین گھاٹ
بنائے تھے اور وسط شہر میں اسکا ایک پل سنگ خارا اور فلزات سے نہایت مضبوط بنایا تھا
اس پل کے دونوں طرف دو محل شاہی سات سات کوس کے طویل و عریض تعمیر کیے تھے اور نہر کے نیچے
نیچے بطور سرنگ ایک محل سے دوسرے محل میں جانے کو رستہ بنایا تھا اور اُنمیں عجیب غریب نقش و نگار
کیے تھے نمرود اور اُسکی دختر کی تصویریں بھی بنی تھیں اور ایک محل کے قریب ایک سطح زمین مربع
پر جسکا ہر ایک ضلع ایک سو بیس گز کا لمبا تھا دس دس گز بلند ستون نصب کر کے سنگ و فلزات کی
اُنپر چھت بنائی تھی اور اُسپر چند ہاتھ مٹی ڈالکر باغ لگایا تھا اور نہریں نکالی تھیں اور باغ آویختہ اسکا
نام رکھا تھا دوسرے محل کے قریب ایک برج ہفت منزلہ جسکا دور دو میل تھا تعمیر کیا تھا اور اسکے
ہر منزل پر چڑھنے کا رستہ تھا اور اُسکی زینت اور نقاشی میں دو کروڑ بیس لاکھ روپیہ کا سونا اور جواہر
صرف کیا گیا تھا۔ اور اذن عام تھا کہ جسکا جی چاہے جاوے سیر کرے اور شہر پناہ کے باہر
چالیس میل لمبا چوڑا دس گز گہرا ایک تالاب پختہ بنایا تھا اور خشت و سنگ ایسے مصالحے سے جوڑی تھیں کہ پانی
میں زیادہ مضبوط و مستحکم ہوں اور اس شہر و عمارت کو بیس لاکھ مزدور معماروں نے چند سال میں بنایا تھا

یہ حال تاریخ التواریخ میں مندرج ہے۔ اور دوسری ایک تاریخ ترجمۂ انگریزی میں کسیقدر تفاوت سے یہ کیفیت دیکھنے میں آئی۔ لکھا ہے کہ اس شہر کو سمیرامس ملکہ بابل دختر نمرود نے دریائے فرات کے کنارے بنایا تھا۔ شہر پناہ کے چاروں کونوں پر فصیل شہر سے علیحدہ چار قلعہ عظیم الشان بنائے تھے اور شہر کی سڑکیں سو سو گز چوڑی تھیں اور بیرون شہر کے سڑکیں (۱۲۵) میل تک اطراف میں نکالی تھیں اور ہر محلے کے درمیان میں ایک ایک باغ تھا جس قطعۂ زمین کو کھود کر اینٹیں بنائی اور پکائی تھیں وہاں تالاب بیس کوس کے دور میں نوتنے فٹ گہرا بنایا تھا۔ چار محل شاہی نہایت وسیع و فسیح تھے جنکے ملاحظہ سے عقل حیران ہوتی تھی۔ ایک محل میں انواع واقسام کی شبیہ تراش کر لگائی تھیں۔ ایک محل تمام شہر کا مجمل نقشہ تھا ایک محل میں چھت پر باغ بنایا تھا۔ جو معلق معلوم ہوتا تھا۔ ایک محل میں کارخانجات شاہی تھے فقط

اور ایک شخص باشندۂ لنڈن کا سفرنامہ میری نظر سے گزرا۔ اسمیں مرقوم تھا کہ ۱۲۶۰ھ ہجری قدسی میں حضرت سلطان روم سے ہم چند سکنۂ لنڈن نے اجازت لیکر سیر شہر ویران بابل کو کہ جسکے نشان ساحل دریائے فرات پر پائے جاتے ہیں جاکر دیکھا تو بہت نشان دیواروں کے اور شہر پناہ و عمارات کے نظر سے گزرے جن کے پتھروں پر بیل بوٹے شبیہ حیوانات و انسان کندہ تھیں اور قصر نمرود کا نشان بھی ملا وہاں سے چند کرسیاں اور ظروف سنگین طرز قدیم ہاتھ لگے اور ایک جگہ سے الواح سنگین ملیں۔ اُسپر حساب مداخل و مصارف نمرود کا کندہ تھا۔ اور سنگین بُت باشکال مختلف دستیاب ہوئے اور شبیہ سنگین نمرود کی ملی جسپر بہت زیور کا نقشہ کندہ تھا اور ایک لوح اس طرح کی ملی کہ نمرود بگھی پر سوار چلا جاتا ہے۔ درندے شیر وغیرہ پیش سواری بھاگے جاتے ہیں

نمرود نے ایک شیر کو تیر سے مارا ہے وہ ایک طرف پڑا ہے۔ المختصر جو کچھ ملا۔ سیاح لنڈن کو لیگئے اور (میوزیم) عجائب خانہ میں رکھدیا۔ نمرود کے زمانے میں خط بشکل پھول پھل تیوں کے لکھا جاتا تھا اُس خط کی صورت بھی عجائب خانۂ مذکور میں بناکر رکھدی تھی۔ اور دوسرے ایک سیاح یورپ نے اپنے سفرنامہ میں لکھا ہے کہ ویرانہ نینوا میں میرا گزر ہوا۔ ایک بہت بڑا وحشتناک کھنڈر میں نے دیکھا وہاں ہزاروں اُلو چمگادڑ بڑا کل وغیرہ منحوس طائر تھے۔ مجکو دیکھکر جوق جوق حملہ آور ہوئے۔ قریب تھا کہ لپٹ جاویں میں بھاگ نکلا۔ رہبر اجیر جو میرے ساتھ تھا اُسنے کہا کہ یہاں کوئی نہیں جاتا ہے اور سنا ہے کہ اس جگہ ایک چاہ میں ہاروت ماروت قید ہیں واللہ اعلم اور مخفی نہ رہے کہ جسطرح کشمیر ایک ملک ہے کسی شہر خاص کا نام نہیں اسیطرح بابل بھی ایک ملک ہے یا ایک خطہ زمین وسیع ہے کوئی خاص شہر کا نام نہیں۔ بُرہان قاطع وغیرہ کتب لغت اور بعض تفاسیر سے ثابت ہے کہ یہ شہر ملک عراق میں قریب دریائے فرات تھا اور قریب اسکے شہر کوفہ آباد تھا اور جاننا چاہیئے کہ شہر کوفہ کی آبادی اس شہر کی ویرانی کے بعد ہوئی تھی اور اب کوفہ بھی ویران ہے۔ صرف ایک مسجد اور چند چھپر اعراب کے وہاں باقی ہیں اور بفاصلہ تین کوس اب چھوٹا سا شہر بنام نجف اشرف آباد ہے وہاں امیرالمومنین اسداللہ الغالب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مزار پرانوار ہے فقط۔ **اشعار**۔ قوس دنیا کا اُتار اور چڑھاؤ + ٹھیک انداز ہے زیر و بم کا + چشم عبرت سے عزیزو دیکھو + جلوہ بوقلمون عالم کا + ہے کہیں جوش نشاط شادی + ہے کہیں شور بپا ماتم کا + ہے کوئی مست شراب عشرت + اور ہے کوئی نشانہ غم کا + عبرت انگیز ہے دنیا دیکھو + ہیگا شاہنامہ میں قصہ جم کا + نعمت دہر سے مسرور نہو + شہد میں اسکے اثر ہے سم کا + یاد معبود سے غافل نہ رہو + کچھ نہیں ہیگا بھروسا دم کا + **تمام ہوئی۔ تاریخ عبرت کامل** حصۂ سوم تاریخ دلچسپ

حصّۂ چہارم

تاریخ دل حسیپ موسوم تاریخ بوقلمون

بسم اللہ الرحمن الرحیم

علی اللہ فی کل الامور توکلی وبالخمس اصحاب الکساء توسلی

دیباچہ

نیاز آساس ابوالفضل عباس نے سابق تاریخ روم تاریخ بھوپال تاریخ تزک افغانی تاریخ دکن تاریخ ملوک فاطمیہ مصر نقدِ روان تاریخ سکھاے شاہان تاریخ آل امجاد تالیف کیں اور یہ ساتوں کتابیں چھپ گئی ہیں۔ بعد ازیں اور چند کتابیں فن تاریخ میں لکھنے کا اتفاق ہوا ازاں جملہ تاریخ دل حسیپ تاریخ نفیس بطرز تحریر تاریخ نگارستان قاضی احمد غفاری۔ ہیں۔ انمیں عمارات عجیب و واقعات و اشیاء غریب کا حال از روے سیر معتبر مذکور ہے۔ اور جو نگارستان و عجائب المخلوقات و روضۃ الصفا و حبیب السیر وغیرہ میں مسطور ہے وہ نہیں لکھا گیا۔ میرے دوست

یکرنگ معدن فرہنگ شائق ہر علم وفن دہلوی الوطن والسکن فاضل مجید مولوی عبد المجید مالک مطبع انصاری سلمہ اللہ الباری نے فرمایا کہ آپ کی بیشتر تصانیف فارسی میں ہیں۔ اور اب ملک ہند میں تحریر تقریر خاص و عام زبان اردو میں ہے آپ ان دونوں تاریخوں کو متعدد رسائل مختصر میں بعبارت اردو سادہ وصاف لکھدیں انشاء اللہ تعالی میں طبع کرونگا۔ مطابق ایمائے مولویصاحب موصوف فقیر حقیر نے عمل کیا۔ پہلے تاریخ اندلس و تاریخ سرندیپ لکھدی پھر حصۂ اول تاریخ دل چسپ مشعر حال اورنگ آباد دولت آباد روضہ ایلورہ بعدہ حصۂ دوم مشعر حال شہر دھار و قلعہ مانڈو و اوجین وسانچی۔ پس ازاں حصۂ سوم موسوم بہ عبرت کامل تاریخ مسجد اقصی و شہر بابل اور اب یہ حصۂ چہارم موسوم بہ تاریخ بوقلمون مشتملبر حال مختصر عمارات مفصلۂ ذیل عبرت ناظرین کے لیئے لکھی۔ اہرام قصر غمدان قصر سدیر و خورنق دیوار چین سد ذوالقرنین ایاصوفیہ روضۂ تاج گنج آگرہ منار بطلمیوس تخت یزدجرد قصر جمشید۔

اہرام

ارباب سیر کا بیان ہے کہ اہرام مصر سے اب کوئی زیادہ پرانی عمارت دنیا میں باقی نہیں ہے اور یہ عمارت طوفان نوح سے پہلے کی تعمیر یافتہ ہے اور اس عمارت کا مفصل حال تاریخ مصر قدیم میں جسکا ترجمہ زبان انگریزی میں ہوا ہے اور تاریخ مقریزی میں مرقوم ہے اور بانی کے نام میں اختلاف ہے۔ ایک روایت بقول صاحب ناسخ التواریخ یہ ہے کہ ہرمس الہرامسہ یعنی حضرت ادریس علیہ السلام کو جب علم نجوم سے جو اُن کا ایک معجزہ تھا معلوم ہوا کہ طوفان نوح آویگا اور عالم ویران

ہوکر از سر نو آباد ہوگا واسطے محفوظ رہنے علوم کے سنہ ۱۲۳۰ ہبوط آدم میں دو منار عظیم الشان مربع بہ شکل مخروطی مشتمل بر چار مثلث جن کا ہر گوشہ دوسرے گوشہ سے چار سو ذراع کا فاصلہ رکھتا ہے اور ہر ایک کی بلندی بھی چار سو ذراع ہے مدت چھ ماہ میں بنوائے اور اُسکے پتھروں پر علم طب و طلسمات و نجوم وغیرہ سائر علوم کے اُصول اور جو جو امر اُنکو لکھنا منظور تھا کندہ کر دیا تاکہ بعد طوفان بنی آدم بہرہ مند ہوں +

اور تاریخ عتیق مصر میں یوں مرقوم ہے کہ مُلوک مصر کو بطریق یادگار منارہ بنانے کا شوق تھا۔ ازانجملہ دو منار کہ تازی انکو اہرام کہتے ہیں سب سے بڑے عجیب و غریب ہیں ایک منارہ جو دریائے نیل سے بفاصلہ پانچ میل ہے چہرہ اُسکا یہ ہے۔ اول مربع چبوترہ بڑے پتھروں سے بنایا ہے کہ ہر ضلع اُسکا سات سو تریسٹھ ۷۶۳ فٹ طویل اور چار فٹ ۸ انچہ بلند ہے۔ اُسکے اوپر چاروں طرف سے تھوڑا حاشیہ چھوڑ کر مثل چبوترہ پائیں دوسرا چبوترہ بنایا ہے اور اسیطرح ایک دوسرے کے اوپر بقدر قد آدم حاشیہ چھوڑ کر دو سو تین چبوترے بنائے ہیں اِس شکل سے کہ اخیر کا چبوترہ چوٹی کی طرح جو سب سے بلند ہے اُسکے ہر ضلع کا طول تیس فٹ آٹھ انچہ ہے اور اِس عمارت میں تیس فٹ سے کم تختۂ سنگ کا پایا نہیں جاتا ہے۔ ہر پتھر پر کتبہ کھُدا ہے۔ اور بعض مورخوں نے اسکی بلندی آٹھ سو فٹ کی لکھی ہے سنہ ۱۶۹۳ عیسوی میں ایک انگریز نے ناپ کر لکھا ہے کہ اول حجرہ چار پہلو کہ بجائے کُرسی کے ہے اسکا ہر ضلع ایک سو دس فادم کا ہے اور پھر اوپر کے سب پہلو مثلث مساوی الاضلاع ہیں۔ قاعدہ پیمایش سے منار کا تمام سطح بارہ ہزار ایک سو فادم مکسر ہے اور بلندی اُس کی ستتر فادم۔ پس تمام جسم تین ۳ لاکھ تیرہ ۱۳ ہزار پانچ سو نوے ۵۹۰ فادم مکسر حساب میں آتا ہے

اور ہر قدم چھ فٹ کا ہوتا ہے نو سو سال پہلے سنہ عیسوی سے جیوپس بادشاہ مصر نے بیس سال کی مدت میں اسکو بنوایا تھا ایک لاکھ معماروں اور مزدوروں نے اول و آخر تک کام کیا تھا اسکے اندر بڑے بڑے دالان دربستہ ہیں اور گنبد اصل میں شاہان مصر اور شہزادوں اور امیروں کا قبرستان ہی وہ اسکے دالانوں میں مدفون ہیں اور اسس عمارت سے ظاہر ہے کہ اُس زمانے میں اہل مصر علم ہیئت اور ریاضی میں بڑے صاحب کمال تھے چاروں طرف سے منارے ایسے برابر ہیں کہ بال بھر بھی فرق نہیں ہے اور اسی سبب سے نصف النہار اُس جگہ کا منارے سے برابر معلوم ہوتا ہے۔

عباس[عہ] کی سمجھ میں یہ بات آتی ہے کہ جو اَب تین منار مصر میں موجود ہیں اور اُن کے بانی کے اسمار میں اختلاف ہی۔ غالباً ایک منارہ حضرت ادریس علیہ السلام کا بنایا ہوا ہو۔ دوسرا سویدکا تیسرا حکیم اسقلیپنوس کا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

[عہ] [illegible]

سنہ ۸۲۰ عیسوی میں مامون عباسی مصر میں آیا اور مکانات اندرونی اہرام کے دیکھنے کا اُسے شوق ہوا۔ اُسنے ایک دروازہ بہزار محنت کھولا اور اُسکے اندر گیا۔ ایک تہ خانہ پایا کہ ہر چہار طرف اُس کے دالان دربند تھے دو دالانوں کے دروازے کھولے ایک میں آدمیوں کی نعشیں کتان میں لپٹی ہوئیں خوشبودار دواؤں سے معطر پائیں اور دوسرے دالان میں ایک پتھر کا صندوق دیکھا اُسکو کھولا تو ایک عورت کی تصویر پائی۔ اُس کے سینے پر سینہ بند طلائی مرصع رکھا تھا اور سونے کے پتر پر کچھ کندہ تھا وہ مطلق پڑھا نہ گیا۔ بعض انگریز اُس عمارت مفتوحہ کے دیکھنے کو گئے اور اُس تہ خانے کو جو مٹی اور پتھروں سے پٹا ہوا تھا صاف کیا اور ناپا تو دو سو سات فٹ اُسکا عمق ہوا۔ اور ہر دو

دالان مذکور کو بھی پیمایش کیا ہر ایک کا طول ساڑھے چونتیس فٹ اور عرض سترہ فٹ اور ارتفاع سوا انیس فٹ نکلا اور صندوق سنگین ساڑھے سات فٹ لمبا اور سوا تین فٹ چوڑا اور پونے چار فٹ اونچا پیمایش میں آیا۔

اور بلزونی انگریز نے دوسرے منار کہ ہر ضلع اُسکے چوترے کا ۶۸۴ فٹ طویل ہے اور ۴۵۶ فٹ بلند ہے۔ ایک جگہ دروازے کا نشان پاکر بغرض دریافت حال کھودا تو ایک دالان ۲۶ فٹ طویل ۱۶ فٹ عریض ۳۰ فٹ بلند پایا۔ وہاں بھی ایک صندوق سنگین رکھا تھا اور اُسکی دیوار پر بخط عربی کندہ تھا کہ سلطان علی محمد نے ۸۲۰ سنہ عیسوی میں اس مکان کو کھولا تھا۔

اور مقریزی نے کتاب المواعظ والاعتبار تاریخ مصر میں اہرام کا حال بعبارت طویل لکھا ہے اُسمیں مرقوم ہے کہ زمانہ سالف میں شاہان مصر کو منارے بسبیل یادگار بنانے کا شوق تھا مصر میں اٹھارہ منارے تھے پندرہ گر گئے۔

اور بعض مورخین کا بیان ہے کہ صلاح الدین یوسف ابن ایوب نے اپنے عہد سلطنت میں توڑ ڈالے پھر مقریزی لکھتا ہے کہ تین منارے جو اب موجود ہیں انکو تین سو برس قبل طوفان نوح سُوَید بادشاہ مصر نے بنایا ہے دو منار ایک دوسرے کے قریب ہیں اہل اسلام ان کو ہرمان کہتے ہیں اور ان دونوں کے درمیان ایک بڑی مورت ہے کہ صرف سر اُسکا زمین سے باہر ہے اور باقی جسم زمین میں دھسا ہوا ہے۔ اور یہ چہرہ بہیئت مرد خنداں نمودار ہے مصور کہتے ہیں کہ اتنے بڑے سر کے ساتھ اور اعضا بھی مناسب یکدگر ہونگے۔ اور قد اس ہیکل کا ستر گز کا لمبا ہوگا۔ اور جملہ تختہائے سنگ اہرام پر جو کندہ ہے وہ خط زمانہ سالف قبل طوفان نوح کا ہے۔ اصلاًاب سمجھ میں نہیں آتا

کہ کیا لکھا ہے کہتے ہیں کہ سُوَید بادشاہ نے علم نجوم سے واقعۂ طوفان کا معلوم کرکے یہ منارے بنوائے تھے اور اُنپر اصول علوم و طلسمات و سحر و کیمیا وغیرہ کو کندہ کیا ہے اور اِس عمارتیں بڑے بڑے دالان دربستہ ہیں +

اور تیسرا منارہ جو بلندی میں اِن دونوں سے کچھ کم ہے سنگ اسکا بہت سخت ہی اور چونہ ایسا مستحکم کہ ایک بادشاہ نے باین خیال کہ اسمیں بہت خزانہ ہوگا اِس منار کو توڑنا چاہا آٹھ مہینے تک آگ جلائی سرکہ ڈالا منجنیق مارے گُرالی پھاوڑہ سبّل آلات آہنی سے توڑنے میں کمی نہ کی مگر منارہ نہ ٹوٹا۔ اور جسقدر ٹوٹا ہے وہ آج ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بسبب کہنگی یا کسی صدمۂ عظیم سے کہیں کہیں سے کچھ پتھر نکل گئے ہیں اور چونہ بکھر گیا ہے اور اِس منارہ پر تصاویر پرندگان و چارپایان او آدمیوں کی منقوش ہیں اور نشان دروازوں کے پائے جاتے ہیں اور اِن تینوں مناروں پر روحانی مسخر کرکے تین طلسم واسطے حفاظت کے مقرر کیئے گئے ہیں۔ محافظ ایک منارہ کا بصورت عورت کے ہی۔ اور دوسرے کا محافظ پیر مرد کی شکل ہے اور تیسرے کا محافظ نوجوان کی صورت ہی۔ جو اکثر شام اور دوپہر کے وقت منار کے گرد طواف کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اور پھر غائب ہوجاتے ہیں +

اور حکیم حنین بن اسحٰق نے قصۂ سلامان وآبسال میں لکھا ہے کہ حکیم اسقلینوس آلہی مانوس سُوفسطیقی شاہ مصر نے قبل طوفان ازروے علم نجوم وقوع طوفان پر مطلع ہوکر یہ منار بنائے ہیں اور ایک فرنگی سیاح نے بیان کیا کہ میں بالاے منار کبیر چڑھ گیا۔ اُسپر پارۂ آہن منارے قدآدم بلند میں نے ہوامیں معلق دیکھا۔ اور وہ لوہا ایک ہزار تین سو سات برس سابق سنۂ عیسوی

سے کسی حکیم نے اپنے اظہار کمال کے واسطے قائم کیا ہے۔ اور سفرنامہ شبلی میں نظر سے گزرا کہ مکعب منار کبیر ۸ کروڑ نوے لاکھ فٹ اور وزن ۶۸ لاکھ ۴۰ ہزار ٹن ہے اور منارہ سوم کے توڑنے کا اہتمام ملک العزیز بن صلاح الدین نے کیا تھا۔

اور مخفی نہ رہے کہ مصر میں بہت سے آثار کہنہ کے نشان پائے جاتے ہیں۔ محمد علی پاشا نے ۱۸۳۵ء میں جو عجائب خانہ قاہرہ مصر سے بارہ میل کے فاصلہ پر بنایا ہے اُسمیں متعدد اشیا موجود ہیں۔ ازانجملہ اجساد مُردگان جو کسی مصالح کے اثر سے اب تک سالم ہیں اور ۱۸۶۸ء میں مسٹر موسو سس مدرس مدرستہ الالسنہ پاریس تختگاہ فرانسیس سیر ملک مصر کو روانہ ہوا۔ شہر اثنین میں اُسنے بعض اشیاء کہنہ کو دیکھا اور دریافت کیا کہ یہ کہاں سے دستیاب ہوئی ہیں۔ یہ بات حاکم سُن کر خفا ہُوا۔ مدرس کو قید کر دیا۔ بعد چند ماہ کے شاہ فرانس نے خدیو مصر کو لکھا۔ کہ فلاں آدمی ہمارا مدرس سیر دیار مصر کو گیا ہے اب تک مفقود الخبر ہے آپ تلاش کریں اور اُس کے حال سے آگاہ فرماویں۔ اگر زندہ ہو روانہ کریں۔ خدیو نے بعد تلاش قید سے رہا کر کے روانہ کیا۔ مدرس نے وقت روانگی مسٹر ہارون فرانسیس کو اپنی جانب سے مامور کیا کہ وہ شہر مذکور میں اشیاء کہنہ کو تلاش کرے بعد چند روز کے ایک شخص نے ہارون سے کہا کہ پانچہزار روپیہ مجھے دو تو میں ایک مخزن اشیاء کہنہ کا تمھیں بتا دونگا۔ ہارون نے روپیہ دے دیا۔ وہ شہر کے باہر ایک پہاڑ پر لے گیا وہاں ایک تختہ سنگ پر دو قلابے نصب تھے اُنکو پکڑ کر گردش دی تختۂ سنگ علیحدہ ہو گیا اور ایک دروازہ تہ خانے کا ظاہر ہُوا اُسمیں ہارون و رہبر اُتر گئے وہاں دو صندوق بیس بیس گز لمبے اور ایک صندوق مدور رکھا دیکھا۔ ہارون نے ایک سو مزدور جمع کر کے ہر ستہ صندوق کو باہر نکالا۔ اور کھول کر دیکھا

توگول صندوق میں ظروف و اسلحہ و زر مسکوک زمانۂ سالف کے تھے۔ اور ہر دو صندوق دراز میں تیرہ تیرہ لاشیں مُردوں کی گینڈے کے اندر موم کی کشتیوں میں تھیں ہارون قاہرہ مصر کو لے گیا مدرس کو خبر کی وہ فوراً حاضر ہوا۔ مُردوں کے اجسام پر ایک دوا خوشبودار ملی ہوئی تھی اُسکے اثر سے وہ سر مو متغیر نہوئی تھیں۔ اور ہر مُردہ کا حال ایک ایک لوح پر کندہ زیر سر رکھا تھا۔ باطلاع خدیو مدرس عجائب خانہ پاریس کو لے گیا۔ اور کنارہ رود مصر میں ایک قدیم مکان ہے اُسمیں ایک ہزار پانسو دالان ہیں تعمیر کرنے والا بڑا مہندس ریاضی داں تھا بارہ بارہ دالان کے بیچ میں ایک ایک صحن واقع ہے۔ اور راستہ اس مکان کا ایسا پیچ در پیچ ہے کہ ہزاروں آدمی اندر جاکر باہر نہ آسکے اور مر گئے۔ اب دروازہ بند رہتا ہے۔ باجازت و اطلاع حاکم باہر آنے کی تدبیر کرکے سیاح سیر کو اندر جاتے ہیں +

قصر غمدان

شہر صنعا یمن سام بن نوح نے بسایا ہے وہاں ایک بادشاہ نے ایک مکان بیس منزلہ بنایا تھا اور ہر درجہ دس گز کا بلند تھا۔ یہ محل بنام قصر غمدان معروف تھا۔ ہر چار طرف چار رنگ کے پتھر سے اسکی تعمیر ہوئی تھی۔ ایک جانب سنگ مرمر سفید دوسری طرف سنگ سرخ۔ تیسری جانب سنگ ماشی سبز چوتھی طرف سنگ زرد۔ اور اوپر کی منازل میں شیروں کے مجسمہ اس طرح کھڑکیوں میں رکھے تھے کہ اگلے دو پانوں دہلیز پر رکھکر سر و گردن و سینہ شیر اپنا باہر نکالکر جانب صحرا دیکھتے ہیں اور انکے اجسام مجوف میں بحساب ہندسہ سوراخ بنے ہوئے تھے جب ہوا چلتی تھی جوف میں بھر جاتی تھی اور جب تھم جاتی تھی تو مثل آواز شیر صدا بلند ہوتی تھی۔ یہ مکان بعہد خلیفہ سوم گرا دیا گیا۔ اور

اسکے اندر ایک محل ہفت طبقہ اُفِد تھا جس کا ہر درجہ چالیس گز کا بلند تھا۔ مجدالدین فیروزآبادی نے قاموس میں لکھا ہے غُمْدان کعُثمان قصر بالیمن بناہ یَشرُخ باربعۃ وجوہ احمر وابیض واصغر واخضر وبنیٰ داخلہ قصرًا بسبعۃ سقوف بین کل سقفین اربعون ذراعًا انتہی

قصر سدیر و خورنق کا حال

سنہ ۵۹۸۹ ہبوط آدم میں بہرام گور پیدا ہُوا۔ اُسکے والد یزدجرد شاہ ایران نے منجموں سے اُسکا زائچہ کھچوایا۔ منجمین نے عرض کیا کہ لڑکا صاحب اقبال بادشاہ ہوگا۔ مگر اسکی پرورش دوسرے ملک میں ہونی چاہیئے۔ یزدجرد نعمان بن امرٔ القیس شاہ حیرہ کو جو اُسکا باجگزار اور دوست تھا دیار عرب سے بلاکر بہرام کو اُس کی سپرد کیا۔ نعمان اپنے گھر شہر حیرہ کو لے گیا۔ بڑے اہتمام واحترام سے پرورش کی۔ تین دایہ ایک عربیہ ایک ترکیہ ایک عجمیہ دودھ پلانے کو مقرر کیں اور جملہ خدم حشم بھی اسیطرح تین ملک کے رکھے تاکہ ہر زبان میں بہرام بولے چالے اور اُسکے رہنے کے واسطے مکان بنوایا۔ سِنِمّار معمار جو اُس زمانے میں لاثانی تھا میر عمارت ہُوا عربوں نے اِس کا نام سِنِّمار پکارا اُسنے بصرف لکھوکہا روپیہ قریب یکدیگر دو محل عالی شان بنائے ایک کا نام سہ دیرا تھا جسکو عرب سدیر کہتے ہیں۔ اسمیں تین گنبد کلاں متداخل تھے دوسرے کا نام خورنگاہ رکھا جسکو عرب خورنق کہتے ہیں۔ یہ قصر نادر العصر آٹھ پہر میں پانچ رنگ بدلتا تھا واللہ اعلم کس قسم کی ادویہ چونے میں آمیز کی تھیں۔ صبح کو سفید پہر دن چڑھے سُرخ دوپہر کو سبز شام کو زرد اور وقت شب چاندنی کی مثل چمکتا تھا۔ جب یہ محل تمام ہوا نعمان بہت خوش ہُوا سنمار کو زر انعام سے مالامال کردیا۔ سنمار نے کہا کہ اگر میں جانتا کہ بادشاہ حیرہ ایسا قدردان سخی مرد ہے تو

اِس مکان سے بہتر اور افضل تر بناتا نعمان نے کہا کہا تو اس عمارت سے بہتر بھی بنا سکتا ہے
اُس نے کہا ہاں میں ایسا محل طیار کر سکتا ہوں جو سورج کی طرح سورج کے ساتھ ساتھ پھرا کرے
نعمان سنکر دلمیں خفا ہوا اور کہا کہ سارا خزانہ میرا خالی کرا کر اب ایسا کہتا ہے مبادا کہ یہ کسی بادشاہ
کے ہاں جاکر بناوے تو اِس مکان کی پھر کیا قدر رہے گی یہ سمجھکر بالاے قصر سنمار کو بہربانی ساتھ
لیگیا اور دفعۃً اوپر سے نیچے گروا دیا۔ اُسکی ہڈیاں چور چور ہوگئیں۔ فوراً قالب سے جان نکل گئی اور عرب
میں جزاء سنمار مثل ہوگئی۔ یہ محل عہد سلطنت عباسیہ میں منہدم کیا گیا۔ اُسکے ستون
سنگین اب جو گرد مکہ معظمہ دالان بنے ہوئے ہیں اُن میں نصب ہیں۔ اور بہرام گور و رائے شاہی
و شجاعت و کمال تیراندازی میں مرد فاضل و عاقل تھا۔ شعر بزبان عربی نہایت فصیح و بلیغ بعض
اوقات کہتا تھا۔ شاہ چین اِسکے عہد میں فتح ایران کو آیا۔ لڑائی ہوئی بہرام کے ہاتھ سے سر
میدان مارا گیا اُسوقت بہرام نے یہ دو شعر عربی فی البدیہہ موزوں کرکے پڑھے ؎

اَقُوْلُ لَهٗ لَمَّا فَضَضْتُ جُمُوْعَهٗ	كَاَنَّكَ لَمْ تَسْمَعْ بِصَوْلَاتِ بَهْرَامِ
فَاِنِّیْ حَامِیْ مُلْكِ فَارِسَ كُلِّهَا	وَمَا خَیْرُ مُلْكٍ لَا یَكُوْنُ لَهٗ حَامِیْ

دیوار چین

مسٹر کاکرن صاحب مؤلف تاریخ چین نے لکھا ہے کہ یہ دیوار سرحد ختا پر واقع ہے۔ جب اہل تاتار
نے بار بار ملک چین پر ہولناک حملے کیئے تو فغفور چینک شاہ چین نے دو سو چالیس برس قبل
حضرت عیسیٰ یہ دیوار پانچ برس کی مدت میں تعمیر کی پہاڑ و دریا کوئی اس کا مانع نہوا۔ آٹھ سو کوس
اسکا طول ہے اور کئی مقام پر آدھ آدھ کوس اونچی پہاڑوں کی چوٹی پر کھنچی ہوئی ہے اور بعض جگہ

بڑے بڑے دریاؤں پر پُلوں کے اوپر سے بنائی گئی ہے اور تعجب یہ ہے کہ سمندر کے بیچ سے
اسطرح بنی ہے کہ صدہا جہاز پتھروں سے بھر کر وہاں ڈبا دیئے گئے ہیں اور اُسپر بنیاد قائم ہوئی ہے
اور برابر آٹھ سو کوس تک تیس گز اونچی بنی ہے اور اسقدر چوڑی ہے کہ چھ سوار بفراغت اُسپر گھوڑے
دوڑا سکتے ہیں اور سو سو گز پر دو منزلہ سہ منزلہ بُرج بنے ہوئے ہیں جبتک تاتاریوں نے اپنی دولت
کی بنا ختا میں نہیں ڈالی تھی تب تک دس لاکھ فوج خاقان چین کی اُسپر رہتی تھی۔ جب بمشیئت الٰہی
وہی لوگ جن کی یورش کے سبب سے یہ دیوار بنی تھی ختا کے مالک ہوئے تب سے وہاں کی فوج
موقوف ہوگئی۔ مگر کئی باتیں عجیب غریب اس دیوار کی ساخت میں ہیں جو اہل ختا کی حکمت اور
قدرت اور استقلال کی دلیلیں ہیں۔ اول یہ کہ بڑے بڑے پتھر ان لوگوں نے آدھ آدھ کوس
کے بلند پہاڑوں پر پہونچائے جہاں چڑھنے کا کوئی سہارا معلوم نہیں ہوتا۔ دوسری بات تعجب
انگیز یہ ہے کہ سمندر میں جہاں جوش و خروش از حد زیادہ ہے وہاں بنا ڈالی جو دو ہزار برس سے
ہلی نہیں۔ باوجودیکہ وہاں ایسا طوفان ہر سال دس بیس وقت آتا ہے کہ صدہا جہاز ڈوب جاتے ہیں
ایک انگریز ناخدا عقلمند تجربہ کار کا بیان ہے کہ اگر یہ ممکن ہوتا کہ ایک جہاز پر دس ہزار نقارے کرنائے
بجائے جاتے تو اُسی جہاز کے پتوار پر سوائے شور طوفان کے اُنکی آواز کوئی شخص نہیں سُن سکتا
الغرض جس سمندر میں ایسا طوفان ہر سال چند بار ہوتا ہو وہاں اس دیوار کا قیام عجائبات سے ہی
تیسرے ایسے بےمثل کام کا پانچ سال میں تمام ہونا امر غریب ہے +

سد ذوالقرنین

اس کا حال مجمل قرآن شریف میں بھی مذکور ہے۔ سنہ ۳۴۶ ہبوط آدم میں جب ذوالقرنین بعد سیر

تسخیر ملک مغرب و زمین افریقیہ و غلبہ و تسلط ملک یورپ پر بلاد مشرقیہ کیطرف روانہ ہوا اور اقصی دیار مشرق میں پہونچا۔ وہاں کے رہنے والوں نے استغاثہ کیا کہ ہم اولاد یاجوج و ماجوج کے ہاتھوں سے نہایت تنگ ہیں جب ہماری زراعت طیار ہوتی ہے وہ ہم پر حملہ کرتے ہیں ہمکو مارتے ہیں مکانات کو گرادیتے ہیں زراعت کاٹ لیجاتے ہیں مال و اسباب لوٹ لیتے ہیں آپ ان کا انسداد فرماویں دو پہاڑوں کے بیچ میں سے ان کے آنے کا رستہ ہی ذوالقرنین نے حکم دیا کہ دیوار سنگین ہفت جوش کی بنائی جاوے بنیاد دیوار سنگ خارا سے بھر کر اینٹیں لوہے تانبے پیتل وغیرہ فلزات کے برابر چکر کانسہ رانگ سیسہ پگھلا کر حکما و مہندسین کامل نے ایک ڈال دیوار چار ہزار گز لمبی پینسٹھ گز چوڑی یکنیم صد گز بلند ڈھالکر طیار ہی کردی۔

عباس نامہ نگار عرض کرتا ہے کہ اب اس سد عظیم کا نشان پایا نہیں جاتا۔ جلد اول ناسخ التواریخ میں جسقدر نظر سے گزرا وہ مختصر ترجمہ کیا گیا اور جلد دوم تاریخ مذکور میں بذیل احوال نوشیروان مرقوم ہے کہ اپنی سلطنت کے پانچویں سال نوشیرواں نے قیصر روم پر لشکرکشی کی جب وہاں سے مظفر و منصور واپس آیا تو فیروز حکمران ہیاطلہ یعنے بلاد ماوراء النہر کی سرکوبی کا ارادہ کیا چنانچہ خراسان پہونچکر وہاں چھتیس ۳۶ قلعہ و شہر آباد کیے۔ پھر بلوچستان کا انتظام فرمایا منوز بلاد ماوراء النہر کی طرف روانہ نہوا تھا۔ جو خبر آئی کہ باب الابواب میں ترکوں اور قبائل لکزیہ نے طغیانی سرکشی خونریزی غارت گری شروع کی ہے اور وہاں کی رعایا کو نہایت تنگ کیا ہے فرمایا کیقباد کے وقت میں بھی انھوں نے سر اٹھایا تھا مگر سزا نہ پائی۔ اسواسطے اب پھر آمادہ شورش و فساد ہوئے ہیں انکی تنبیہ واجب ہے بلاد ماوراء النہر کا عزم ملتوی کر کے انکی طرف بسرعت کوچ کیا

پہلے آذربائیجان اور پھر اراضی خشروان میں پہونچکر اُن کے مُلک کو لوٹا۔ شہروں کو برباد کیا ہزاروں کو مار ڈالا۔ پھر یہ منظور ہُوا کہ بغرض سد طریق اتراک دشت قبچاق و طوائف دیگر ایک مضبوط دیوار بنائی جاوے۔ چنانچہ دریاے قرزم سے جو خلیج بحر روم کا ایک شعبہ ہے دریائے خزر تک جسکے پیچیدہ کوہستان البرز لکزی انجاز وغیرہ میں واقع ہے تین سو کوس لمبی دیوار ناہموار اور سخت گزار پہاڑوں پر نہایت مستحکم بنائی اور دو بند اسپر طیار کیئے ایک باب الابواب میں معبر مردم قبچاق تک دوسرا مقابل (انجاز) اور ایک فوج محافظت کیواسطے مقرر کی یہ دیوار بعض بعض جگہ نشان سد ذوالقرنین پر تعمیر ہوئی ہے۔ چونکہ وہ ٹوٹ پھوٹ گئی تھی اس لیئے کسرا نوشیروان عادل نے دوبارہ بصرف زر خطیر دوبارہ درست کیا اب بھی کہیں کہیں اُسکے آثار پائے جاتے ہیں یعنے پتھر ملتے ہیں جنکے سوراخوں میں کالسی گلا کر ڈالی گئی ہے +

اس مضمون سے پایا جاتا ہے کہ اب سد ذوالقرنین باقی نہیں ہے واللہ اعلم بالصواب

ایا صوفیہ

ناسخ التواریخ میں مرقوم ہے کہ سنہ ۱۴۰۶ ہبوط آدم میں سطایانس عرف جوستی نین شاہ قسطنطنیہ نے کلیسہ ایا صوفیہ بنانا چاہا۔ تو اُسکا سامان منگوانا شروع کیا مُلک حبش سے آٹھ ستون سنگ سماق کے بہت موٹے اور لمبے منگوائے اور ملک شام سے سنگ ابری طلب کیا جسپر سبز و کبود قدرتی نقش و نگار اور زمین سفید تھی اور جزیرہ مرمرہ متعلق مُلک یونان سے سنگ مرمر سفید بے جرم منگوایا۔ اسیطرح ہر ملک سے جو شئے جہاں کی عمدہ سمجھی گئی طلب کی سات برس تین مہینے میں سامان تعمیر فراہم ہُوا پھر معمار و مہندسین کا جلسہ منعقد کر کے ایک سَو معمار مہندس اپنے

فن سکے کامل منتخب کیئے اور اغنالوس کو اُنپر افسر کیا اور ایا صوفیہ کی بنا ڈالی اور نقشہ بنانے
کی فکر ہوئی کہ کس شکل کی عمارت بنائی جاوے بادشاہ نے ایک پیر مرد کو خواب میں دیکھا اُسنے
ایک نقشہ دکھایا اور اُسی شب اغنالوس نے بھی خواب میں وہی نقشہ دیکھا۔ صبح کاغذ پر وہ نقشہ
بناکر بادشاہ کے پاس لایا۔ بادشاہ نے پسند کیا اور اپنے خواب کا حال بھی بیان کیا اچھی ساعت
دیکھکر بنیاد رکھی تمام اہل شہر کو کھانا کھلایا بہت سے قیدی چھوڑ دیئے فقرا محتاجوں کو ہزارہا دینار
دیئے بادشاہ اکثر عمارت کا کام دیکھنے کو جایا کرتا تھا۔ ایک عبادت خانہ بنوایا درو دیوار پر پیغمبروں
کی تصاویر مرتسم کیں۔ ہر روز سو مہندس پانچہزار معمار سنگ تراش دسہزار مزدور کام کرتے تھے
اول گہری بنیاد کھود کر کانسی تانبا گلاکر اُسمیں بھرا۔ پھر چونے پتھر سے ستونوں کی بنیاد قائم
کی۔ اور کچھ ورانگ کو لسان العصافیر یعنے اندرجو سی پکایا۔ جب نیو زمین کے برابر بھر گئی اُسمیں پانی
بھر دیا تاکہ زمین کے بخارات نکل جاویں اور زلزلہ کے صدمے سے عمارت محفوظ رہے۔ بعد
ازاں پانی نکالکر دیواروں کا کام شروع کیا۔ ہنوز عمارت ناتمام تھی کہ خزانہ شاہی خرچ ہو گیا
قیصر روم مترددہوا۔ ایک شب اُس پیرمرد کو جسنے نقشہ بتایا تھا پھر خواب میں دیکھا اُسنے
کہاکہ شہر قسطنطنیہ سے ایک منزل پر دروازہ شہر سلوری کے برابر تین خرپشتے بنے ہوئے
ہیں اُن میں سنگ سیاہ کا ایک ستون قائم ہے اُسکے نیچے خزانہ مدفون ہے نکال کر
خرچ کرو قیصر صبحدم روانہ ہوا اور اُس جگہ کو جاکر کھودا۔ سات بڑی بڑی دیگیں سونا چاندی
بھرا ہوا دستیاب ہوا اور جواہر قیمتی نکلے قیصر خوش ہوا اور بہت سرگرمی سے کام جاری کیا۔ دوسو ۲۵۴
چون ستون سنگ مرمر اور سنگ سبز اور سنگ کبود و سنگ سماق و سنگ خام کے قائم کیئے

اور چھت طلاکار بنائی۔ دیواریں زرنگار طیار کیں۔ دروازے برجیاں زنجیریں چاندی کی بنائیں
اور محراب کے دائیں طرف قسیس کیواسطے ایک نشیمن ہفت طبقہ چاندی کے سات ستونوں پر
بنایا۔ اور ایک ستون سے دوسرے ستون تک زریں جالیاں لگائیں ممبر پر مرصع صلیب نصب
کی اور محراب کے بائیں طرف سنگ سماق کے ستونوں پر ممبر رکھکر اُسپر ایک پارہ بلور صاف
و شفاف کا نشیمن خطیب کے واسطے بنایا اور محراب کے بیچ میں کرسی زریں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام
کی تصویر رکھی اور اُسکے ہمیں بسیار زریں کرسیوں پر اُن کے بارہ حواریوں کی تصویریں قائم کیں
اُن کے سامنے طلاکار انجیلیں رحلہائے زریں پر رکھیں اور ہر طرف چار چار شمعدان طلائی اور چار
چار نقرئی رکھی۔ اور ہر کرسی کے سامنے پانچ پانچ ہزار درم وزنی چاندی کے منقل اور عود سوز رکھے
اور دس پادری مقرر کیے کہ وہاں انجیل پڑھا کریں دو ہزار قمقمے زرانددہ اور چھ ہزار قندیل چاندی سونے
کے مرصع بجواہر آبدار چھت میں معلق کیں جو ہر شب روشن رہتی تھیں اور اُس دروازے میں
جو محراب کے برابر کھلتا تھا۔ ایک سو قندیل مرصع آویزاں کیں۔ اور ایک ٹکڑا چوب کشتی نوح کا
جو بطور تبرک موجود تھا اُسے چاندی کے چوکٹے میں جڑکر ایک جانب لگادیا۔ اور ہر دو طرف
محراب و دروازے بنائے اُنکے کواڑ سونے کے تھے۔ باقی کواڑ تمام کلیسہ اور فلزات کے
مشبک خوبصورت ڈھلے ہوئے تھے مگر سب پر جواہر جڑے تھے اور عمدہ عمدہ تصاویر
مجسم استادہ کی گئیں چار حوض سنگ رخام کے دودھ شراب شہد آب خالص سے بھرے
رہتے تھے جسکا جو جی چاہے بلا مانع پیے اور حجرے کے باہر سنگ مرمر کا حوض اور سنگین ایک
بڑا طاق بنا کر اُسپر حضرت عیسیٰ اور اُنکے حواریوں کی اور شاہان سلف عیسوی المذہب کی تصاویر

بنائی تھیں اور جملۂ در و دیوار پر جسقدر پتھر لگے تھے سب منقش تھے۔ المختصر جب یہ عمارت تمام
ہوئی قیصر نے تمام اہل شہر کو کھانا کھلایا۔ اس دعوت میں پانچہزار بکریاں دو ہزار گائیں چھ سو
گوسفند کوہی تین ہزار بطیں پانچہزار مرغ وقس علی ہذا۔ انواع و اقسام اطعمہ صرف ہوا اور پندرہ
ہزار دینار طلا و پندرہ ہزار درم نقرہ فقرا کو دیا۔ اور تین ہزار پادریوں کو ہمراہ لیکر قیصر کلیسہ میں
داخل ہوا ہر ایک پادری کے ہاتھ میں شمع کافوری روشن تھی۔ وہاں سجدہ کرکے باہر آیا۔ تین سو
قریے خرچ کے واسطے وقف کیے جملۂ عمارات و اسباب میں چھ پدم دینار خرچ ہوئے تھے
دینار زمانۂ سالف مولف کتاب ہذا محمد عباس نے دیکھا ہے چھ ماشہ سونے کا تھا +
یہ عمارت اب قسطنطنیہ میں موجود ہے سلطان محمد فاتح نے ۸۵۷ھ ہجری مطابق ۱۴۵۳ء عیسوی میں
بعد فتح اسکو مسجد بنالیا ہے ہیکل توڑ ڈالی تصاویر کو مٹا دیا۔ سامان مرصع و جواہر منصوب لے لیا اور
قیصر نامہ تاریخ روم تالیف نامہ نگار ترجمۂ تاریخ مصباح الساری تاریخ روم میں جو مرقوم ہے خلاصہ
اُسکا بھی لکھتا ہوں +
معلم انتیموسس نے آٹھ برس میں بحکم قسطنطین کبیر ایا صوفیہ کو بنایا ہے اسپر ایک گنبد عظیم الشان تھا
وہ ایک مدت کے بعد گر گیا۔ بار دیگر چھت تعمیر ہوئی۔ بجاے ایک گنبد کے دو بڑے گنبد اور
چھ چھوٹے جسمیں چوبیس شبکہ روشنی کے واسطے ہیں بنائے گئے اور ان کے نیچے ستون
ایک ڈال سنگ سماق و رخام کے نصب ہیں اور ہر ستون پر تاج کی تصویر بنی ہوئی ہے
اور اب رواق میں نو دروازے منقش خوشوضع بنے ہوئے ہیں اور ممبر پر سلطان محمد کا
نشان استادہ ہے اور تمام در و دیوار اس عمارت کے سونے سے منقش ہیں یہ نقاشی سلطان محمد نے

چونہ سے پوشیدہ کرادی تھی سلطان عبدالمجید خاں کے عہد سلطنت میں چونہ دھو ڈالا گیا اور
قدیم نقاشی طلائی ظاہر کی گئی اور اس کی مرمت بخوبی عمل میں آئی +

UNIVERSITY LIBRARY HYDERABAD-7

روضہ تاج گنج آگرہ

شہر اکبرآباد آگرہ سے بفاصلہ دو میل جانب مشرق یہ روضہ بنا ہے جسکا مثل ہندوستان
میں کیا ہفت اقلیم میں نہیں سمت جنوب دروازہ عالیشان طرف شمال دریائے جمن جانب مغرب
مسجد بلند ارکان مشرق کی طرف خانقاہ رفیع البنیان واقع ہے ۱۰۴۰ سنہ ہجری مطابق ۱۶۳۰ء
ارجمند بانو ممتاز محل نوجوان ۲۹ برس کی عمر میں مرگئیں وقت رحلت اپنے شوہر شاہجہان بادشاہ سے
کہاکہ میرا مزار ایسا بنانا کہ زمانہ دراز تک یادگار رہے - بادشاہ نے نقاشوں کو حکم دیا کہ مقبرے کا
نقشہ بناکر پیش کرو جسقدر نقشے پیش ہوئے پسند نہ آئے - ایک رات بادشاہ نے ایک گنبد
خواب میں دیکھا - صبح کو ایک نقاش نے جو نقشہ پیش کیا وہ مطابق رویت عالم رویا تھا اُسی وقت
مطابق اُسکے تعمیر کا حکم ہُوا - مکرمت خاں و عبدالکریم خاں داروغہ عمارت مقرر ہوئے - سنگ عقیق
وفیروزہ و لاجورد و سلیمانی دعوری و یشب و لیسنیا و تامڑا و اجوبہ و ابری و گلگوں و موسی و رخام و
سنگ طلائی و ستارہ و پوتیا و سماق و کرنڈ و کسوٹی و مرمر صاف شفاف معادن سے طلب ہوئے
اور منتخب کاریگر مامور ہوئے - عیسی خاں نقاش دہلوی - امانت خاں طغرانویس شیرازی
محمد حنیف محمد شریف سر دو برادر معمار - موہن لعل پچی کار - اسمعیل خاں رومی گنبد ساز محمد خاں
بغدادی خوشنویس - کاظم خاں منولعل منوہر سنگھ لاہوری - الغرض ان آدمیوں کے اہتمام سے
یہ عمارت عالی طیار ہوئی - آٹھ برس چھ ماہ چبیس دن میں بصرف مبلغ پانچ کروڑ پندرہ لاکھ پانچہزار روپیہ

صنعت گروں نے تختہ ہائے مرمر پر رنگ رنگ کے پتھروں سے ایسی پچی کاری سے بیل بوٹے بنائے ہیں کہ موقلم سے لکھے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ گرد روضہ باغ ہے اُسکی کل روشیں نگین ہیں اور دو روشوں کے درمیان ایک حوض مستطیل ہے اُسمیں فوارے نصب ہیں گرد باغ چار دیواری مرتفع ہے۔ باقی جو حال حصہ اول تاریخ دل چسپ میں تقریبًا حال اورنگ آباد میں مندرج ہے اُسکو بخیال تکرار مضمون چھوڑ کر لکھتا ہوں مقبرے کے تین درجے ہیں۔ تعویذ قبر پر دستہ درجے میں منقش رنگین پچی کاری کا بنا ہوا ہے۔ گرد قبر کٹھرہ سنگ مرمر کا مشبک خوش ترکیب نصب ہے چار منار سنگ سفید کے ہر چہار گوشہ چبوترہ مقبرے پر تین تین درجے کے مرتفع ہیں کلس طلائی بشکل ہلال نمودار ہے۔ جب شاہجہان کا انتقال ہوا۔ اُنکے فرزند عالمگیر نے اسی روضہ میں پہلوے نواب ممتاز محل اُنکو دفن کر دیا۔ اور کہا کہ اعلحضرت کو ممتاز محل صاحبہ سے نہایت محبت تھی یہاں دفن ہونے سے روح اُنکی محظوظ ہوگی۔ تا بقا قوت سلطنت تیموریہ اِس مقام کا احتشام و اہتمام بدستور رہا۔ جب سلطنت میں زوال آیا۔ بھرت پور کے راجا اور قوم جاٹ نے مقبرے کو لوٹ لیا در و دیوار سے جواہرات آہنی آلہ نوکدار سے اُکھاڑ لیئے۔ کہتے ہیں کہ کوئی نگینہ سالم نہیں نکلا ریزہ ریزہ ہو کر نکلتا تھا۔ المختصر جب انگریز ہند کے بادشاہ ہوئے۔ ایک مدت تک کسی نے اِس عمارت کی طرف توجہ نہ کی۔ بعد مدت مدید ہنرمندان و قدرشناسان فرنگ نے اسپر التفات کیا۔ بنظیر مکان پاکر حوض نہر اور مکانات کو خس و خاشاک سے پاک و صاف کیا۔ اور محافظ مامور کیئے اب وقت عصر سرداران فرنگ اور جسکا جی چاہے سیر کو جاتے ہیں خوشی مناتے ہیں اور بعض مورخوں نے جو یہ گمان کیا ہے کہ اس عمارت کے بانی یورپ کے کاریگر تھے محض بے اصل ہے علاوہ عمارت

تاج گنج سواد شہر آگرہ میں مقبرہ جلال الدین اکبر مقبرہ اعتماد الدولہ اور قلعہ میں عمارات اکبری وغیرہ موجود ہیں جسکے بیان خوبی عمارت کو ایک کتاب درکار ہے وہ سب ہندی کاریگروں کے ہاتھ کی ہیں +

منار بطلیموس

یہ منارہ ایک سو بیس گز بلند سکندریہ میں حکیم بطلیموس نے بنایا تھا اور اُسپر ایک آئینہ لگایا تھا جب کسی غنیم کا لشکر وہاں آتا تھا اُس آئینہ کا عکس لشکر پر ڈالا جاتا تھا جسطرح آتشی آئینہ کو آفتاب کے مقابل کرکے روئی یا پارہ پارچہ پر عکس ڈالتے ہیں اور آگ لگ جاتی ہے اسی طرح اُسکے عکس سے سامان فوج دشمن میں آگ لگ جاتی تھی۔ یہ منار اور آئینہ عہد ولید بن عبد الملک اموی والی دمشق شام تک برقرار تھا اُسکے عہد میں ایک نصرانی نے ولید سے کہا کہ خزانہ سکندر ذوالقرنین کا اِس منار کے نیچے گڑا ہوا ہے اور یہ آئینہ دھوکا دینے کو لگا دیا ہے منار توڑکر خزانہ لیلو۔ پھر دوسرا منار بناکر اُسپر آئینہ قائم کر دینا۔ آئینہ سے جو بات حاصل ہے وہ برابر ہوگی۔ ولید نے بطمع مال منار کو توڑ ڈالا اور وہ نصرانی بھاگ گیا۔ وہاں سے کچھ بھی نہ نکلا تب وہ پشیمان ہوا اور دوسرا منارہ بناکر اُسپر آئینہ لگایا۔ مگر معلوم نہیں کہ وہ کس حساب سے نصب تھا عکس پڑنے کا اثر باطل ہوگیا +

تہ خانہ یزد

شہر یزد میں زمانہ شاہ پور کا ایک تہ خانہ کسی حکیم کا بنایا ہوا ہے اُسمیں کوئی تا بدان ضوء آفتاب کے سرایت کرنے کا نہیں ہے اور وہ تہ خانہ روشن ہے اور اُسمیں بشکل بازار مختلف اجناس صنوعی

دھری ہیں فروشندگان بیٹھے ہیں جو شخص اُسمیں سے کوئی چیز اُٹھا لیتا ہے اُسی دم اندھا ہو جاتا ہے۔ جب رکھدیتا ہے بدستور بینا ہو جاتا ہے مرزا محمد حسن سلطان کرمان شاہی قرابیات عالے نے چشم دیدہ یہ حال مجھ سے بیان کیا اور کہا کہ ایک بار میں یاقوت خریدنے کو رنگون گیا وہاں سے ملک برما میں معدن یاقوت پر جاکر یاقوت خریدے ایک دن سیر و شکار کو صحرا میں ایک میدان میں خشتہاے طلائی کا تودا رچا ہوا دیکھا بہت خوش ہُوا جھٹ دو اینٹ اُٹھا لیں فوراً ایسی خارش تمام جسم میں ہوئی کہ بیتاب ہوگیا۔ دونوں اینٹیں رکھدیں۔ خارش جاتی رہی۔ وہاں کے رہنے والے تین آدمی اُس جگہ سے نکلے میں سنے اُن سے حال دریافت کیا۔ بولے کہ خدا جانے کس زمانہ سے یہ اینٹیں اسی طرح یہاں دھری ہیں جو کوئی چھوتا ہے یا اُٹھاتا ہے خارش میں ایسا مبتلا ہوتا ہے کہ اپنی جگہ سے جنبش کر نہیں سکتا۔ جب رکھدیتا ہے فوراً اچھا ہو جاتا ہے +

قصر جمشید

شہر شیراز سے بفاصلہ چند فرسخ واقع ہے بزرگی و استحکام و نقاشی اُس کی قابل تعریف ہے اُسمیں ایک کواں ہے اُسپر چرخی پانی بھرنے کی لگی ہے اور وہ وقت جمشید سے اب تک مثل شعلہ جوالہ خود بخود بلا حرکت دینے کے بسرعت گھوم رہی ہے وہاں کے لوگ اُسے چرخ الماس کہتے ہیں۔ بعض اشخاص نے بہزار تدبیر و حکمت عملی روکنا چاہا۔ مگر چرخی کی گردش نہ رُکی اور جو چیز اُس چرخ پر تھامنے کو لگائی جاتی ہے فوراً آگ کا شعلہ چرخی سے نکلتا ہے اور اُس چیز کو جلا دیتا ہے یا دور پھینک دیتا ہے +

اور مخفی نہ رہے کہ شہر شیراز جمشید بادشاہ کا باورچی خانہ تھا بعض مورخوں نے لکھا ہے کہ حق

اُس کی تابع تھے گرما گرم کھانا یہاں سے لیجاکر اُسکے دسترخوان پر چُن دیا کرتے تھے۔ لیکن بدانست خاکسار محمد عباس یہ بات غلط ہے ایک شاہ ایران وہاں سیر کو گئے۔ رستہ سواری بادشاہ کے لیئے ہموار کیا گیا۔ ایک جگہ سے ریل کی پٹریاں برآمد ہوئیں اور قصر جمشید میں جہاں انواع اقسام کی صور و اشکال پتھروں پر نقش ہیں وہاں ریل گاڑی اور انجن کا نقشہ بھی کندہ ہے پس معلوم ہوا کہ سطح سے تا محلسرا ریل بنی تھی +

اور جاننا چاہیئے کہ شہر شیراز جو اب آباد ہے اسکو ۷۴ھ ہجری میں پسر عم حجاج بن یوسف بن قاسم بن عقیل ثقفی نے بسایا ہے۔ حجاج بڑا ظالم اظلم تھا اور قرآن مجید میں اعراب اسی کے عہد حکومت میں لگائے گئے ہیں۔ المختصر یہ شہر بہترین بلدان فارس ہے۔ یہاں باغ سعدیہ حافظیہ میں قبر سعدی و خواجہ حافظ کی ہے اور مزار شاہ چراغ بھی اسی شہر میں ہے اور مصلی شیراز و آب رکنا کثرت اشجار ازہار و اثمار سے سیرگاہ ہے اور اس شہر کے قریب سیرگاہ فسا و داراب جسکو عرب شعب بوان کہتے ہیں بڑی فضا کا مقام ہے اور حوالی شیراز میں قبر جاماسپ حکیم کی ہے اُسپر چند پارۂ آہن رکھے ہیں جو کوئی انکو اُٹھاتا ہے وہ گویا قید ہو جاتا ہے۔ ہر طرف پھر پھر کر قبر پر آکھڑا ہوتا ہے۔ جب تک اُسکو قبر پر رکھ نہ دے اُس میدان سے باہر نکل نہیں سکتا۔ اور اگر کوئی اہل منصب سے سیر کو نکلے اور قبر کو دیکھکر سواری پر سے نہ اُترے تو وہ مرجاتا ہے یا منصب سے معزول ہو جاتا ہے ایک دن جمال الدین بصری حاکم فارس اُس طرف سے نکلا لوگوں نے کہا آپ سواری سے اُتر پڑیں اُس نے نہ مانا اور کہا ھذا من فسادات العجم بعد چند روز فرمان شاہی معزولی کا صادر ہوا اور ناسخ التواریخ میں لکھا ہے کہ جاماسپ شاگرد زردشت پیر نے جاماسپ نامہ لکھا ہے اُسمیں ازروئے

علم نجوم پانچہزار سال زمانہ آیندہ کا احوال بیان کیا ہے اور حال سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مفصل لکھا ہے خاکسار مولف تاریخ دل چسپ کو اس کتاب کے دیکھنے کی تمنا تھی بعد مدت دراز اسکا ترجمہ بخط کہنہ نظر سے گزرا۔ عبارت محل مقصود جو میں نے نقل کرلی ہے ملاحظہ ناظرین کے لیے لکھتا ہوں۔

از دشت تازیان مردی بیرون آید خوب روی وخوب گوی۔ میانہ قد گندم رنگ دعوت کند وبرہانش تیغ باشد دعوت او بہر ہفت کشور برسد وآن مرد بزبان مائل بود زانکہ خداوند طالع او زہرہ است فرزندش نرنبود مادہ بود ہر روز دینش قوی تر گردد تا چہاردہ شاہ را مقہور نماید وبجای کلاہ عمامہ بر سر گزارد واگر ہر آمی کہ ایشان آرند بگویم سخن دراز شود ایشان آتشخانہا را ویران کنند وشاہی در سوم ما را ببرند۔ سرخ شبان ودراز گوشان نکنند آنچہ ایشان کنند دولت ایشان تا پنج وسی قران بزیادت ونیز وبود ونا مش مہر آزما بود (سرخ شبان امت موسی علیہ السلام دراز گوشان امت عیسی علیہ السلام سے مراد ہے اور مہر آزما نام نامی حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے) واز آمدن او این نشان بود کہ شاہی بدست زنان وکودکان افتد ورود ساوہ خشک گردد وباید کیش او بپذیرفتن اگرچہ ما را ناپسند بود وپس این وخشور پیغمبر فرمان بران او سر از فرمان او برداشند وبر تخمہ او مردمان از پیروان او برآیند واز تخمہ دامادو پسر باشد یکی را بزہر ودیگرے را با ہفتاد و دو تن در نینوا تشنہ لب بکشند فقط۔۔

عاقلو تم نکتہ برجستہ سنو

شعر فردوسی طوسی کے پڑھو

که داند که این دخمه دام و دد — چه کردارها دارد از نیک و بد
چه گردن کشان را سر انداخته — چه بازیچه با خردگان باخته
زمین ہست آماجگاه زمان — نشانه تن ما و چرخش کمان
قضا چون در آید براند حذر — قدر چون بجنبد ببندد گذر
شکاریم یکسر همه پیش مرگ — سری زیر تاج و سری زیر ترگ
چنین ہست کردار چرخ بلند — بدستی کلاه و بدستی کمند
چه شادان نشیند کسی با کلاه — بخم کمندش ربایند ز گاه

کجا آنکه بر سود تاجش بابر — کجا آنکه بودی شکارش هژبر

بیابین همه خاک دارند و خشت — خنک آنکه جز تخم نیکی نکشت

زمین گر گشاده کند راز خویش — نماید سر انجام و آغاز خویش

کنارش پر از تاجداران بود — برش پُر ز خون سواران بود

پُر از مرد دانا بود دامنش — پُر از خون رخ چاک پیراهنش

هر آنکس که دارد بدل هوش و رای — بسازد همین کار دیگر سرای

جهان چیست یعنی سرای دو در — که گردد در و هر کسی در بدر

یکی خون خورد از پی آمدن — دگر جان دهد بهر بیرون شدن

حصۂ چہارم تاریخ دلچسپ تمام ہوا

حصہ پنجم تاریخ دلچسپ یعنی

تاریخ ملک ایران و ملک برھما و نیپال و شہر الہ آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ای خالق انس و پری ذات تو از ہر شی بری	از ہر چہ دانم بہتر و از ہر چہ گویم برتری
ای رحمة للعالمین وی تاج فرق مرسلین	ذاتت شفیع المذنبین لاریب الا گو ہری

ایران

اس ملک کی نزہت و صحت و سلاطین کا حال جو اکثر شاہ شاہان عالم گزرے ہیں مشہور آفاق ہی انکا ذکر کرنا **محمد عباس** کا شیوہ نہیں۔ ہاں ایسے امور قلمبند کرنے کا عادی ہوں جسکو سوائے ماہران فن سیر اور لوگ نہیں جانتے۔ اسلئے خسرو پرویز کا مختصر حال ضیافت طبع خاص و عام کے لئے لکھتا ہوں۔ اس بادشاہ نے اڑتیس برس سلطنت کی۔ جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم عہد سلطنت نوشیرواں میں پیدا ہوئے اور سال ۳۲ جلوس پرویز میں مکہ معظمہ سے رونق بخش مدینہ منورہ ہوئے۔ اس بادشاہ کے جو سامان سلطنت تھا۔ شاید دوسرے کے نزدیک ایسا فراہم

ہُوا ہو۔ ازانجملہ تخت طاقدیسی۔ مرزا سپہر نے ناسخ التواریخ میں لکھا ہے کہ ایک سو ارش یعنے ہاتھ
بلند تھا۔ اور ایک سو بارہ گنبدیں طلائی گرد اُسکے آویزاں تھیں۔ ہر ایک وزن میں پانسو مثقال طلا کی تھی
اور جملہ جواہر زواہر سے مرصع اور پایہاے اورنگ تمام یاقوت آبدار سے مرصع تھی اور ہر ساعت اُسکے
نیچے سے ایک شیر کا چہرہ برآمد ہوتا تھا اور گوی زریں اپنے موںھ سے وہ ایک طشت زریں میں اُگل دیتا
تھا۔ گھڑیال کی طرح آواز سنائی دیتی تھی۔ پہلے اِس تخت کو فریدون بن اتبین شاہ ایران نے
مسمی مہر برزین سے بنوایا تھا۔ یہ شخص بڑا ہنرمند عاقل مہندس ریاضی داں تھا اور بعد فریدون ہر
ایک بادشاہ عجم نے اِسکی زینت زیادہ کی جب گستاسپ بادشاہ ہُوا اُسکا بھائی حکیم جاماسپ شاگرد
رشید زردشت پیر چند رکھا فیلسوف ہندی نے نقشہ نہ فلک و ہفت ستارہ و کواکب ثوابت و
کہکشان و منطقۃ البروج وغیرہ اور نقشہ زمین کا اُسپر بکمال صنعت بنایا۔ اور سکندر رومی نے بعض اشکال
اُسپر زیادہ کیں اور عہد پرویز میں اس تخت کی زینت حدکمال سے گزر گئی اسپر ایک تاج لگایا گیا۔
جسکی جھالر میں ایک لاکھ موتی آبدار بیضۂ کنجشک کے برابر جڑے گئے اور یہ تاج ایک طلائی مرصع
زنجیر میں لٹکایا گیا۔ اور محمد بن خاوندشاہ نے تاریخ روضۃ الصفا میں رقم کیا ہے کہ یہ تخت ایسا بنا تھا
کہ اسکے ہزاروں ٹکڑے تھے جب چاہتے تھے جدا کرکے صندوقوں میں رکھتے تھے اور جب چاہتے
تھے باہم وصل کرکے مسمارہاے پیچدار سے کس کر جوڑ دیتے تھے اور اسکے صانع مہر برزین نے
ایسے حساب و شمار سے بنایا تھا کہ باوضاع مختلف یہ تخت وصل ہوتا تھا اور ہر موسم میں نئی شکل سے
آراستہ نظر آتا تھا اور کوئی پرزہ بیکار باقی نہ رہتا تھا۔ ایک سو بیس زرگر نے کہ ہر ایک کی پیشدستی
میں تیس تیس زرگر تھے بصوابدید افسر صناعان مذکور الصدر مدت دو سال میں بلاتعطیل و تاخیر طیار

کیا تھا۔ اسمیں چالیس ہزار ایک سو پنج نقرۂ چپدار لگی تھی اور ہر ایک پنج ساٹھ مثقال سے سو مثقال کی تھی۔ دوئم درفش کاویان۔ یہ وہ نشان تھا جسکو کاوہ آہنگر نے چرم گاؤ سے بنایا۔ اور فریدوں کے پاس گیا اور اُسے لایا۔ ضحاک سے سلطنت چھین لی۔ جسکا قصہ شاہنامہ و دیگر تواریخ میں مفصل مرقوم ہے اس نشان کو شاہان کیان نے مبارک سمجھکر جواہر سے مرصع کیا اور ہر ایک بادشاہ نے اِس کی ترقی زیب و زینت میں کوشش کی۔ کروڑوں روپیہ کا جواہر قیمتی نایاب اُسپر نصب تھا یہ نشان جسطرح دولت شاہان ہند میں ماہی مراتب سواری برآمد ہوتا تھا وقت رزم و بزم بڑے جلوس اور احتشام کے ساتھ نکلتا تھا۔ جب غازیان اسلام نے ایران کو فتح کیا یہ نشان توڑا گیا اور اسکا جواہر غازیوں پر بعہد جناب خلیفۂ ثانی تقسیم ہوا۔ سوئم ایک گھوڑا تھا۔ تمام دنیا کے اسپان قدآور سے ایک ہاتھ بلند۔ شبدیز اسکا نام تھا اُسکی نعل سم میں آٹھ کیل بسبب بزرگیِ سم جڑی جاتی تھیں چنانچہ طاق بستان شہر کرمان شاہان میں جسکو فرہاد نے بناکر اپنی کمالات سنگ تراشی کو ظاہر کیا ہے ایک پارہ سنگ سے صورت اُس شبدیز کی بایں نہج کہ خسرو پرویز اُسپر سوار ہے برابر قد و قامت اسپ و سوار ایسی تراشی ہے کہ اہل فرنگ اُسکو دیکھکر حیران او رانگشت بدہان رہ جاتے ہیں اور دوسری اشکال جو وہاں موجود ہیں وہ سب قابل دید ہیں۔ چہارم اُسکے پاس دو سو مثقال زر دست افشار تھا زمانہ سالف میں کسی حکیم نے سونے کو کسی دوا سے ایسا نرم کیا تھا کہ مثل موم کے ہو گیا تھا جسقدر چاہو اور جو چاہو ہاتھ سے توڑ کر بنالو اور پھر مٹا ڈالو۔ پنجم ایک فرش باندازِ ایوان کسرا بوقلموں تھا جو خود بخود ساعت بساعت رنگ اُسکا بدل جاتا تھا۔ یہ فرش بھی کسی حکیم نے بنایا تھا۔ ششم ساٹھ رطل کبریت احمر تھی جو وقت شب مانند چراغ روشن دکھائی دیتی تھی۔ ہفتم گوشوارہ سیاوش کا

تھا جسمیں ایک موتی برابر بیضۂ سیمرغ آویزاں تھا۔ ہشتم کمربند کیکاؤس تھا۔ نہ بالشت کا لمبا
اور جواہر بے بہا سے مرصع تھا۔ نہم ایک شطرنج تھی جسکی ایک صف کے کل مہرے ایک ایک
پارہ یاقوت سرخ کے نہایت آبدار تھے اور دوسری صف کے کل مہرے زمرد کے تھے۔ دہم
ایک فرش بقدر ایوان کسرا زردوزی سے مرصع تھا۔ بجائے سلمہ ستارہ گجیائی اُسمیں جواہر موتی
ٹکے ہوئے تھے یہ وہ فرش تھا کہ بعد فتح اسلام مدینہ منورہ میں آیا اور ٹکڑے ٹکڑے کرکے جناب
خلیفۂ ثانی رضؓ نے جملہ غازیان اسلام وسائر صحابہ کرام کو بانٹ دیا۔ جناب امیر المومنین علی رضؓ ابن ابیطالب
علیہ السلام کو بھی چار انگشت کا ایک پرزہ ملا اور جناب ممدوح نے بیس ہزار دینار کو فروخت کرکے خرچ
کیا۔ یازدہم ایک ستار تھی کہ جب وہ میلی ہوجاتی تھی اُسکو آگ میں ڈال دیتے تھے اُسکا میل جل جاتا
تھا۔ اور کوئی تار نجلتا تھا۔ دوازدہم سات گنجینہ زرو جواہر بے حساب سے بھرے ہوئے تھے۔ گنج کیخسرو
گنج بادآورد۔ اِس خزانے کو شاہ روم نے جہازوں میں بھرکر کسی جزیرے کو روانہ کیا تھا۔ ہوا مخالف چلی
جہازات خسرو کے ہاتھ آئے۔ گنج دیبہ گنج افراسیاب گنج سختہ گنج شادآورد۔ اندوختہ سکندر اور
گنج سبز جو ملک عرب سے فراہم ہُوا تھا۔ اسکے سوا پچاس ہزار گھوڑے نہایت عمدہ بارہ ہزار شتر ترکی
بیس ہزار شتر بختی نو سو ساٹھ ہاتھی۔ اور بقیاس اسباب لکھہا روپیہ کا اُسکی سرکار میں تھا۔ اور حاصل مملکت
سالانہ چھ سو کروڑ دینار طلا کا تھا۔ ایک دینار چھ ماشہ طلا کا ہوتا ہے۔ بارہ ہزار خوبصورت جوان عورات
بندہ و آزاد جو اکثر گانے بجانے ناچنے والیاں تھیں اُسکے محل میں تھیں منجملہ ان کے مسماۃ شیریں
تھی جسکا حسن وجمال بے مثال تھا۔ چالیس صفتیں جو زنان حسین کی ہیں خدا نے سب اُسکو عطا
کی تھیں دنیا میں کوئی عورت ایسی نہیں ہوئی کہ جسمیں چالیسوں صفتیں پوری پوری ہوں۔ فرہاد جو اسپر شیفتہ

تھا اُسنے طاق بستان کرمان شاہاں میں اُسکی تصویر مجسم بنائی ہے وہ اب تک موجود ہے اور پرویز کی سرکار میں باربد گویّہ تھا جسکے ۳۰ لحن غنا کے مشہور و معروف ہیں اور وہ ہر روز ایک نئی راگنی تصنیف کرکے خسرو پرویز کے سامنے گاتا تھا۔ ہر سال تین سَو ساٹھ راگ راگنی دل سے بناتا تھا فن موسیقی میں بے مثل تھا اور نکوئی مطرب اُسکا ساتھی تھا وہ باجے میں ہر روز نئے راگ کو بجاتا تھا یہ بھی فن مطربی میں بے نظیر تھا اور اکثر مورخین نے جو تماثیل واقع کوہ بے ستون کو کار فرہاد لکھا ہے غلط لکھا ہے کوہ بے ستون میں تمثال داریوش فارسی کی ہے اور وہ گیارہ تصویریں مجسم جو آگے پیچھے بنی ہوئی ہیں وہ تمثال شاہان بابل و شہر موصل و جزائر خالدات و اراضی بیت المقدس و دیگر بلاد کی ہیں ہر ایک کا نام مجسمہ پر کندہ ہے اور وہ الواح سنگین جنپر کتابے کندہ ہیں قصہ داریوش کا ہے۔ جسطرح اُسنے شاہان آل بخت نصر اور دوسرے سلاطین کو لڑکر اسیر و دستگیر کیا ہے مرزا سپہر نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ بعہد دارائے محمد شاہ قاچار لارنس فرنگی نے کتابہائے بیستون کو نقل کیا اور لغت ژند و لغت سنسکرت ہندی میں جو کندہ ہے اُسکا ترجمہ کیا اور یہ نہ سمجھا کہ داریوش کون تھا۔ شاہنشاہ نے بندہ سے دریافت فرمایا بندہ نے عرض کیا کہ داریوش سپہ سالار اور مدار المہام لہراسپ بادشاہ کا تھا اُسنے ملک گیری کی اور بادشاہوں کو گرفتار کرلایا اور اپنا قصہ مع تماثیل سلاطین اسیر و تمثال خود کوہ بے ستون میں نقش کردیں تاکہ زمانہ دراز تک باقی رہے شاہنشاہ نے سُن کر حکم فرمایا کہ اسکا ترجمہ بخط و زبان فارسی مروجہ حال اُسکے برابر کندہ کردو۔ تاکہ جو کوئی دیکھے حقیقت حال سے آگاہ ہو۔ مطابق حکم عمل میں آیا۔ اور مخفی نہ رہے کہ جب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہ روم و مصر و حبش وغیرہ سلاطین کو بدعوت اسلام نامجات رقم فرمائے تو پرویز کے نام بھی

نامہ لکھا۔ شروع نامہ مبارک یہ تھا من محمد رسول اللہ الی خسرو ملک العجم۔ خسرو پرویز کی جو
کمبختی آئی سنتے ہی بددماغ ہوگیا اور کمال نخوت سے بولا کہ آج دنیا میں کسی بادشاہ کا مقدور نہیں کہ
اپنا نام میرے نام پر مقدم تحریر کرے اس شخص نے بڑی بے ادبی کی یہ کہکر غصہ سے آنحضرت کے
فرمان واجب الاذعان کو چاک کرڈالا اور قاصد کو بلاجواب رخصت کرکے بنام باذان حاکم یمن شقہ لکھا
کہ عرب میں جسنے پیغمبری کا دعوے کیا ہے اسکو فوراً میرے پاس بھیجدو۔ باذان نے اپنا ایک
معتمد روانہ کیا ادھر آنحضرت کے نامہ بر نے حضور خاتم المرسلین میں حاضر ہوکر عرض حال کیا حضرت جہاں
پناہ رسالتماب کو اس سرتابی وغرور پر غصہ آگیا آپنے دست مبارک اٹھاکر درگاہ الٰہی میں عرض کیا
کہ اے خدا جسطرح تیرے پیغمبر کا خط اسنے چاک کیا اسیطرح اسکا پیٹ چاک فرمایا جاوے دعائے
پیغمبر خدا مستجاب ہوئی اسی شب کو شیرویہ اسکے فرزند نے پرویز کا شکم خنجر سے چاک کرڈالا اور
صبح کو خود تخت نشین ہوکر بنام باذان فرمان لکھا کہ میں نے پرویز بدشعار کو بجزائے افعال بد ڈالا
اور مالک تاج وتخت ہوا۔ عرب میں جو نبی مبعوث ہوا ہے اور پرویز نے اسکو طلب کیا تھا ہرگز
ہرگز تم اس مدعی نبوت سے مزاحم ومتعرض تاصدور حکم ثانی نہونا انکو مطلق العنان رہنے دو۔ آنحضرت
فرستادہ باذان بھی دوسرے دن حاضر ہوا اور جو عرض کرنا تھا عرض کیا آنحضرت نے فرمایا کہ رات
فلاں ساعت پرویز اپنے پسر کے ہاتھ سے مارا گیا جسنے مجھے طلب کیا تھا وہ نرہا اب جو اس کی
جگہ ہے اسکے حکم پر عمل کرنا چاہیئے۔ جاؤ۔ یہ جواب دیدو۔ فرستادہ نے وقت وساعت سب لکھ
لیا اور رخصت ہوا۔ باذان سے حال ظاہر کیا۔ باذان نے سن کر کہا کہ اگر یہ بات سچ ہے تو بیشک
وہ پیغمبر خدا ہے۔ میں اسپر ایمان لاؤنگا۔ ہنوز یہ کلام زبان پر تھا کہ ایران سے قاصد آیا۔ شیرویہ کا فرمان

حوالہ کیا بادان پڑھ کر مسلمان ہوگیا۔ اب تقریبًا حال صحیح شیریں کا بھی سُن لینا لازم ہے۔ اِس حسین عورت کو زمانہ ناکتخدائی میں ایک روز بعہد شاہزادگی دیکھکر پرویز نے اپنی انگشتری اسے عنایت کی اُسکا باپ انگشتری قیمتی دیکھکر دلمیں بدگمان ہُوا اپنے غلام سے کہاکہ اسکو دریا میں ڈبا دو وہ دریا کنارے لیگیا۔ شیریں نے جان بخشی کی التجا کی۔ غلام کو بھی رحم آیا اُسنے صحرا میں چھوڑ دیا وہاں ایک فقیر رخنۂ کوہ میں رہتا تھا۔ اُسنے کہاکہ تو بجائے دختر کے ہی یہاں رہاکر۔ بعد چندے پرویز شکار کو نکلا جنگل میں فقیر کی منزل پر پہونچا۔ شیریں کے ہاتھ میں انگشتری دیکھی اُسے اپنے ساتھ شبستان شاہی میں لے آیا اور جسطرح جہانگیر شاہ نورجہاں بیگم پر فریفتہ تھا اسیطرح خسرو پرویز شیریں پر ہوگیا ایک زمانہ تک بڑے ناز و نعمت اور دولت و حشمت میں رہی۔ دین زردشت میں بہن بیٹی اور باپ کی منکوحہ کے ساتھ نکاح روا ہے۔ شیرویہ نے شیریں کے پاس عقد کا پیغام بھیجا۔ اُسنے کہا بہتر کل صبح آپ در دخمہ پرویز کھلوا دیں تاکہ میں اُسپر پھول ڈالکر رخصت ہوں۔ پھر آپکے محل میں داخل ہونگی۔ شیرویہ نے قبول کیا۔ شیریں کے پاس تین سو کنیز غلام نوکر چاکر خدمتی تھے سبکو اُسنے عمر طبیعی کا حساب کرکے اسقدر روپیہ کہ بفراغت و راحت زندگی بسر ہو دیکر آزاد کر دیا۔ پھر ہیربد و مُوبد جو مثل قاضی مفتی کے تھے۔ اُنھیں بلاکر زر وافر دیکر وصیت کی کہ ایک سرائے بنام پرویز اور ایک سرائے میرے نام بنوا دینا کہ اُسکا ثواب ہمیں ملے۔ بعد غربا فقرا علما و سائر حاجتمندوں کو تمام اپنی دولت شام تک بانٹ دی۔ صبح لباس فاخر پہن کر دخمہ پرویز پر گئی۔ محافظین نے در کھولدیا شیریں نے اندر جاکر شرنگ یعنی زہر ہلاہل کھالیا۔ اور فورًا مر گئی۔ گھنٹہ دو گھنٹہ کے بعد اندر جاکر جب لوگوں نے اُسے دیکھا مُردہ پایا۔ شیرویہ کو اطلاع کی وہ بہت متاسف ہُوا اور کہا جو ہُوا سو ہُوا در دخمہ تیغہ کردو

اور مخفی نرہے کہ شیخ نظامی و ہاتفی و خسرو و قاجو وغیرہ چند شاعروں نے جو قصہ شیریں خسرو
کا بکمال تکلفات شاعرانہ نظم کیا ہے اُنکی شاعری نازک خیالی کی کوئی جو کچھ تعریف کرے بجا ہے
مگر قصہ مثل کہانی طبعزاد شعرا ہے اور الشئی بالشئی یذکر یہ بھی معلوم رہے کہ بعد زوال سلطنت
کیانی سالہاسے دراز تک ایران میں امویہ عباسیہ کے گماشتے حکمراں رہے۔ پھر بعض خودسر ہوکر
طوائف الملوک ہوگئے۔ پھر صفویہ کی دولت کا نشان مرتفع ہُوا۔ پھر نادرشاہ کا ڈنکا بجا بعدہٗ
کریم خاں قوم زند بادشاہ ہُوا۔ پھر محمد خاں قاچار پھر فتح علیشاہ قاچار پھر محمد شاہ قاچار پھر سنہ ۱۲۶۴
ہجری سے ناصر الدین شاہ قاچار اورنگ آرائے ایران ہوئے۔ چھ لاکھ اٹھاون ہزار میل مربع
تکسر ملک ایران انکے قبضہ میں ہے۔ جسکی آمدنی دس کروڑ روپیہ چہرہ دار زر رائج ہندوستان
سمجھنا چاہیئے۔ ایک لاکھ دس ہزار پیادہ چالیس ہزار سوار تین سو ضرب توپ بروایت صحیح انکی
قوت ہی۔ اور جب بار سوم یہ سیر ملک یورپ کو گئے اُسوقت ۸۰ کروڑ روپیہ اور تیس کروڑ کا جواہر
خزانے میں موجود تھا۔ بادشاہ موصوف مرد فہمیدہ سنجیدہ اور مدبر ہیں۔ آبادی ایران انکے عہد
روز افزوں ہے اور جملہ شاہان روئے زمین کے ساتھ بدرجۂ مساوات بکمال حرمت بیدغدغہ
زندگی بسر کرتے ہیں۔

ملک برما

ملک برما کا طول ہزار میل عرض چھ سو میل ہی جسکا مربع تکسر کل رقبہ سولہ لاکھ میل حساب میں آتا ہے
ایک سمت یہ ملک قلمرو چین سے ملحق ہے۔ اس ملک میں جنگل بہت ہی اور سمندر کے کنارے
جا بجا دلدل ہے۔ چاول بہت پیدا ہوتا ہے جنگل میں عمارت کی لکڑی اچھی ہوتی ہے اور بجنسا

اوسطاً فی میل (۴۷) آدمی کی آبادی ہے۔ سونا چاندی نیلم یاقوت آہن سنگ مرمر روغن گل کی معادن چند جگہ اس ملک میں ہیں بعض اہل جغرافیہ نے اس ملک کو ہندوستان میں سمجھا ہے بعض نے علیحدہ جانا ہے اور اس ملک کی آمدنی از روئے اخبارات ہندی و انگریزی ایک کروڑ پندرہ لاکھ روپیہ سالانہ بعہد راجگان برما اس تفصیل سے تھی۔

ٹکس	محصول زمین	محصول معادن	محصول جنگلات	محصول روغن گل	محصول زراعت جات	پرمٹ	متفرقات
۳ لاکھ	۸۴ لاکھ	۵ لاکھ	۱۵ لاکھ	۴ لاکھ	۹ لاکھ	۱۵ لاکھ	۱۵ لاکھ

برہما کے باشندوں کو برمی کہتے ہیں یہ ہندو بت پرست پیرو مذہب بُدھ اوتار کے ہیں والی ملک کی سرکار میں ہمیشہ ایک سفید ہاتھی رہتا تھا اُسکی پرستش کیجاتی تھی۔ راجہ کے القاب میں "مالک فیل سفید" کا فقرہ شامل تھا اِس ملک کا آخری راجہ سسبے تھیبا تھا اُس کے خاندان میں چودہ سو برس سے ریاست تھی یہ راجہ ۱۸۵۸ء عیسوی میں پیدا ہوا اور ۱۸۷۸ء عیسوی میں مسند نشیں ہوا وقت مسند نشینی اِسنے اپنے عزیز اقارب بہت مار ڈالے ۱۸۸۵ء عیسوی میں بعہد لارڈ ڈفرن حکمران ہند نائب السلطنت قیصر ہند وملکہ لنڈن کوین وکٹوریہ گرفتار ہوا۔ اور مع زوجۂ خود شہر رتناگیری ملک مدراس میں نظر بند کیا گیا پچاس ہزار روپیہ درماہہ دولت انگلشیہ سے اُسکے خرچ کے لیئے تا زندگی مقرر ہوئے شہر منڈالی اس ملک میں کے پایہ تخت کا نام ہے جسمیں ایک لاکھ پچاس ہزار آدمیوں کی آبادی ہے اور چند مندر طلاکار ہیں جنمیں مرصع بُت قیمتی دھرے ہیں اور راجہ کا محل عالیشان چین کے کاریگر معماروں کے ہاتھ کا بنا ہوا ہے اُسپر چینی ظروف کا روغن ہے۔ مسمی تیسنڈا اس راجہ کا وزیر تھا جسکی نمک حرامی اور راجہ کی متکبری کم فہمی

ظلم تعدی سے ریاست جاتی رہی ایک فرنگی سوداگر نے برہما کے جنگل سے لکڑی مول لی اور تعداد معین سے زیادہ کاٹ لی۔ راجہ نے سوداگر سے بھاری جرمانہ لیا۔ سفارش وکیل انگریزی کو نہ مانا۔ شاہ فرانس سے بابت تجارت معاہدہ جدید کرنا چاہا۔ طرح طرح کی سرتابی و انحراف پر آمادہ ہوا۔ اِس وجہ سے وکیل دولت انگلشیہ ناراض ہو کر کوچ کر گیا۔ اور فیمابین رنجش قوی پیدا ہوئی حکام دولت انگلشیہ نے بہت چشم پوشی کی۔ جب رعایت و درگزر سے دیکھا کہ یہ سرکش رو براہ نہیں آتا جھٹ پٹ دس ہزار فوج ہندوستان سے بھیجدی ۲۸۔ نومبر ۱۸۸۵ء عیسوی میں جس شب کو عالم میں ستارہ باری ہوئی تھی راجہ کو پکڑ لیا اور ملک پر بلا جنگ قبضہ کر لیا۔ اور یکم جنوری ۱۸۸۶ء سے ملک برہما شامل ملک محروسہ انگریزی ہونے کا اشتہار دیدیا۔ شب گرفتاری و ستارہ باری ملحر اسوں نے جسقدر ممکن ہوا راجہ کا مال خزانہ لوٹ لیا چرا لیا۔ جسپر بھی بہت زر و مال اہالی سرکار انگریزی کے ہاتھ لگا۔ اور ضبطی میں آیا۔ چنانچہ ایک اخبار میں میری نظر سے گزرا کہ ایک پالنا یعنے گہوارہ جسمیں اطفال کو جھلاتے ہیں مرصع قیمتی بیس لاکھ روپیہ کا دستیاب ہوا تھا اور (۱۷۴۷) ضرب توپ برہما سے ملیں وقس علی ہذا۔ بعد اِس واقع کے اکثر رعایا اور سپاہ اور سرداروں نے مقابلہ کیا شہر منڈالی میں آگ لگادی پانچہزار مکان جلادیئے صدہا دیہات کو خاک سیاہ کر دیا۔ فوج انگریزی بدفعات ہند و لنڈن سے گئی۔ صدہا افسر بے سر ہوئے ہزاروں سپاہی مارے گئے قریب تین سال معرکہ برپا رہا آخر فوج انگریزی نے برمیوں کو پس پا کر دیا دشمنوں کو زندہ نہ چھوڑا۔ شہر رنگون سے تا برہما ریل بنادی اپنی طاقت و شوکت و حکمت عملی سے حکومت جمادی جو لوگ برہما جا کر واپس آئے اُنسے معلوم ہوا کہ وہاں محکمہ جات و دفاتر میں لیٹ کر لکھتے پڑھتے ہیں اور راجہ کو سجدہ کرنا معمول تھا

اور لباس ریشمی کی پوشش کا بیشتر رواج ہے اور اکثر بازاروں میں عورتیں دوکاندار ہیں۔ غیر مردوں سے عورتیں بے تکلف ملتی ہیں اسکا وہاں چنداں عیب نہیں ہے۔ مگر عورتیں وہاں کی غیر ملک میں نہیں جاتی ہیں۔ اور ایک اخبار سے دریافت ہوا کہ جنگ برہما میں تینتیس کروڑ روپیہ صرف ہوا۔ میں کہتا ہوں کیا ہوا جو اتنا خرچ ہوا ملک زر ریز ملگیا دنیا میں بول بالا ہوگیا جس شب راجہ گرفتار ہوا اور ستارہ فشانی ہوئی شاعر ماہر میرے دوست منشی فدا علی فارغ مرحوم نے جو فن تاریخ گوئی میں بے عدیل تھے اٹھارہ تاریخ برجستہ لکھیں ازانجملہ آٹھ تاریخ یہ ہیں نازک خیالوں کی مسرت خاطر کے لیے لکھتا ہوں +

غربالِ فلک سے شب ہوئی انجم بیزی — یاد اُس نے دلا دیا زمانہ چنگیزی
فارغ سچ جانتے ہو یہ قول ہنود — ہے قتل و دو بانتیجہ کوکب ریزی (۱۳۰۲ ہجری)

ظاہر و باہر و ثابت ہے کہ سب اہل زمیں — ہیں ہمیشہ سے ہراساں فلک داروں سے
جو رکی اسکے ملی اور دلیل روشن — پھلجھڑی بن کے ستارے گرے شب گردوں سے (۸۵ ۱۸ء)

تارے ایسے گرے جوں گرتے ہیں — آم گولر کے کنارے گد گد
عیسوی سال لکھا فارغ نے — ٹوٹے گردوں سے ستارے گدگد (۱۸۸۵ء)

چرخ سے ایسے ٹوٹے تارے — جیسے صد ہا سہرے چھوٹے
فارغ لکھو سال ساکھا — چرخ سے شب بے حد انجم ٹوٹے (سال ہجری)

چرخ پر بارش انجم دیکھی — گھر سے ہم رات جو باہر نکلے
آگیا ذہن میں مصرع بلند — اوج گردوں سے ستارے برسے (۱۳۰۲ ہجری)

تعجب ہے لوگوں کو برسے ستارے سپہر سیہ کاسہ وآبگوں سے
ہراساں ہیں اسواسطے اہلِ عالم کہ اسکو لکھا ہے علامات خوں سے
زبان الم سے سنا سال سمت ستارے زمیں پہ جھڑے چرخ دوں سے
(۱۳۲۲)
شب بستمیں تھی صفر کی جناب کہ اوجِ فلک سے ستارے گرے
یہ ہوتا تھا کثرت سے انکی گماں کہ گویا کوئی دم میں سارے گرے
سنو مادہ مذہبی طور کا شیاطیں پہ ایجال تارے گرے
(۱۳۰۲ھ)
چرخ نے رات جو کی انجم سے تودۂ خاک پہ گول اندازی
اس کی تاویل میں اہل دانش یوں دکھاتے ہیں فلک پروازی
کوئی کہتا ہے پئے خوں ریزی عرصۂ جنگ میں دوڑیں تازی
کوئی کہتا ہے وبا کے باعث ہو طبائع میں بہت ناسازی
بھید قدرت کا نہ ہوگا مفہوم یہ کریں لاکھ سخن پردازی
شاہدِ عقل رسا کی فارغ کام آتی نہیں کچھ طنازی
ایک جاہل سے ہوئے تھے ساکت حق کے اثبات میں فخر رازی
آسماں بھی ہے کسی کا تابع اسپہ کرتے ہیں عبث غمازی
قتل کے نام سے ہم ڈرتے ہیں گرچہ ہیں تیغ زباں کے غازی

اس لیئے ذہن نے کی یہ تجویز
آسماں پے چھٹی آتشبازی
(۱۳۰۲)

نیپال

ہندوستان کے شمالی مشرقی کونہ پر واقع ہے ۔طول چار سو میل عرض ایک سو پچاس میل کل رقبۂ ملک قریب ۵۲ ہزار میل مربع مکسر ہے اور قریب بیس لاکھ آدمی اس ملک میں بستے ہیں اکثر ہندو جینی مذہب والے آباد ہیں۔ قوم راجہ کا نام (گونا) ہے اور تخت کا نام (کوٹ مانڈو) دریاے وشنومتی کے کنارے مشرقی پر جس جگہ یہ ندی بھاگ متی ندی سے ملی ہے یہ شہر آباد ہے تخمیناً پچاس ۵۰ ہزار آدمی کے بستے ہیں۔ بارہ سو برس ہوئے کہ راجہ (گونا کام دیو) نے اسکو بسایا ہے شہر کے درمیان میں راجہ کا محل ہے اُس کی پُرانی عمارت بد قطع ہے اور عمارت جدید مائل بعمارت انگریزی ہے۔ اُسمیں اکثر شیشے کے کواڑ لگے ہیں ۔روبروے محل چند مندر ملمع طلائی بنے ہیں اُنکی چھتیں مسی بنجی ہیں اور مثل جھالر گھنٹیاں آویزاں ہیں اور محل سے ملحق تالی جیو کا مندر ہے سنہ ۱۵۴۹ء میں تعمیر ہوا ہے اسمیں اہل خاندان راجہ پرستش کو آتے ہیں اور بعض مندر جو راجگان سابق نے بنواے ہیں اُسمیں اُن کی مورتیں سنگین دھری ہیں اور جسقدر مندروں کے سامنے تصاویر مجسم بنی ہیں وہ سب بتوں کے سامنے خمیدہ ہیں اور برنجی سانپ اُنپر لٹکتے ہیں اُن کے سروں پر ایک ایک چھوٹی چڑیا بنی ہے اور بفاصلہ و صد گز محل سے ایک اَور مکان راجہ کا ہے اسکا نام کوٹ یعنے قلعہ ہے۔ شہر میں کوچہ بکوچہ مندر بکثرت ہیں اور اکثر بُت خانوں کی دیوارس مرغ بکرا جانوروں کے خون سے جو روزمرہ اُنپر چڑہاے جاتے ہیں سرخ ہیں۔ راستے شہر کے اکثر تنگ ہیں اور بیرون شہر قضاے حاجت کیواسطے ایک خندق مستطیل کندہ ہے وہ بہت متعفن و غلیظ ہے۔ پاخانہ جب کھاد ہو جاتا ہے مزارعین خرید لیجاتے ہیں مگر خندق سے کم نہیں

ہوتا۔ بدبو اُس کے دماغ کو پریشان کرتی ہے اور ایک تالاب ہے نام اُسکا درانی پکھاری ہے۔ اُسکے
گرد ایک چاردیواری ہے اور تالاب کے بیچ میں ایک مندر بنا ہوا ہے۔ اور بیرون شہر ایک میدان
وسیع وہموار مشق قواعد فوج کے واسطے مقرر ہے اور سمت مغرب ایک سو پچاس فٹ بلند ایک
منار ستون نما پتھر کا بنا ہوا ہے۔ رزیڈنٹ انگریزی بیرون شہر رہتا ہے۔ کہتے ہیں راجگان نیپال
اولاد مہارانا اودیپور سے ہیں اور خاقان چین کے قدیم سے باجگزار ہیں۔ پانچویں سال راجا کا وکیل
فغفور چین کے پاس تحائف لیجایا کرتا ہے ۱۷۹۲ء میں جنرل ویلز گورنر کلکتہ اور رن بہادر شمشیر جنگ
والی نیپال سے عہدنامہ ہوا اور ۱۸۰۱ء سے رزیڈنٹ وہاں رہنے لگا۔ اور ۱۸۱۴ء میں فیمابین
راجا وسرکار انگریز لڑائی ہوئی پھر صلح ہوگئی۔ ۱۸۵۷ء راجہ نیپال نے زمانہ غدر وبرگشتگی فوج
فرنگ اعانت کی لکھنؤ وغیرہ تک اُس کی فوج مددگاری کو آئی اور اس خدمت کے عوض میں قدرے
ملک علاقہ لکھنؤ سے جو زیر کوہ نیپال تھا عنایت ہوا۔ آمدنی ملک ستر لاکھ کی ہے اور رقم سوا ملاکر
قریب کروڑ روپیہ حاصل ہوتا ہے فوج بیس ہزار ہے ؛

الہ آباد

قریب شہر بنارس لب دریائے گنگ و جون بمقام مجمع البحرین آباد ہے۔ ہندو اسکو پراگ کہتے ہیں
جلال الدین اکبر شاہ نے یہاں قلعہ وسیع واستوار بنایا ہے۔ حکام دولت انگلشیہ نے اس قلعہ کو
سامان جنگ کا مخزن گردانا ہے۔ اُسمیں اب صرف دو مکان عمارت اکبری سے باقی ہیں اور ایک سنگین
ستون قریب دروازہ قلعہ استادہ ہے اُسپر بخط ہندی قدیم کچھ لکھا ہوا ہے اور ایک نقب کے اندر
ایک برگد کے درخت کا نشان ہے۔ ہندو اُسکی زیارت کو جایا کرتے ہیں آبادی قدیم شہر قابل

تعریف نہیں۔ مگر آبادی جدید جو اہل یورپ نے مکانات باغات بناکر سکونت اختیار کی ہے۔ اچھی اور خوشنما ہی۔ اور اماکن کہنہ سے خسرو پسر جہانگیر کا باغ باقی ہے اُسمیں خسرو اور اُسکی والدہ اور زوجہ کا مقبرہ عالیشان بنا ہُوا ہے۔ محراب دروازہ باغ پر یہ عبارت پتھر پر کندہ ہی۔ "حسب الحکم حضرت شاہنشاہی خلافت پناہی ظل الٰہی نورالدین محمد جہانگیر بادشاہ غازی باہتمام مرید خاص آقا رضا مصور این بنای عالی صورت اتمام یافت۔"

اور تعویذ قبر مادر خسرو پر یہ دو رباعی بخط نستعلیق لوح مرمر پر کندہ ہیں

رباعی

بیگم کہ ز عصمت رخ رحمت آراست — اقلیم عدم ز نور عزت آراست

سبحان اللہ۔ زہی کمال عفت — کز حسن عمل چہرۂ جنت آراست

رباعی دیگر

چون چرخ فلک زگردش خود آشفت — در زیر زمین آئینہ مہ نہفت

تاریخ وفات شاہ بیگم جستم — از غیب ملک بخلد شد بیگم گفت

الکاتب عبداللہ مشکین قلم جہانگیر شاہی۔ اور خسرو کے مقبرے پر یہ بارہ بیت گچ کی دیوار پر سیاہ پختہ روشنائی سے بخط نستعلیق نہایت خوشخط مرقوم ہیں

آہ افسوس آسمان را سیرت بیداد شد — آری آری کار چون بر ظلم آمد داد شد

زندگی زد خیمہ بیرون از دیار خسرو — دید چون بنیاد عالم را خراب آباد شد

اہل و اوباش اند آگاہ از فلک کاحداث او — ہر کجا زد شعلۂ خاکستر شش برباد شد

گرم بازار اجل شد بسکہ روح القدس را — بلبل این باغ بودن مصلحت از یاد شد

گلعذاری راطراوت چیست کاخر کارگُل … از پیِ چاک قبا صد سوزنِ فولاد شد
چون بلبل باغم حدیثی اکه می سوزد بآہ … مشکل ست اماجہان تا ہست این معتاد شد
آن گل رعنا کہ بود آرای گلشن صد دریغ … عندلیبان را برنگ بوی او دل شاد شد
چاک پیراہن ش از خار قضا در باغ عمر … ہم زمین بگریست ہم از آسمان فریاد شد
شد قبا بر قامت مردم قبا در ماتمش … شاہ خسرو را بسوی خلد چون ارشاد شد
آن تنِ نازک کہ بروی بود پیراہن گران … در تہِ خاک جفا افسوس استعداد شد
شد غریق رحمت حق چون ولی پاک بود … خاص درگاہ خدا و ہمدم اوتاد شد
سلمی ارشد سال فوتش فیض لایق باز گو … صفحۂ جنت ز جان پاک او آباد شد
۱۰۳۱ھ

کتبہ سلطان مشہدی

اور زوجہ خسرو کے مقبرے کے اندر حکیم افضل الدین خاقانی شروانی کے اشعار مرقوم ہیں جنکا مطلع یہ ہے ؏ وقت آنست کزین دار فنا در گزریم * کاروان رفتہ و ما بر سر راہِ سفریم * اور بیرون مقبرہ ہر دو جانب درِ گنبد دو قطعہ کندہ تھے۔ تمادی ایام و آسیب باد و باراں سے خراب ہو گئے صرف اب دو بیت ایک جانب اور دوسری جانب ایک بیت باقی ہیں اور وہ یہ ہیں۔ ؏

بر[1] ملائک رحمت ہمیشہ نور نثار … زہی نمونۂ خلد برین بسر کز خاک
خرد ز سال بنایش بصرفہ فکرت … نوشت با قلم اختراع روضۂ پاک
۱۰۳۴
ہر[2] نقش کہ نقاش نبرد بر سر سنگ … افگند حیا ز دست مانی نیرنگ

اور حوالی باغ میں ایک عمارت سے دری تھی اب کسیقدر سالم ہے اسپر بھی تاریخ کندہ تھی جس کے اب تین

مصرعے باقی ہیں ؎ بفرمان شہنشاہِ جہانگیر + کہ زیبد ملکش از مہ تا بماہی + بنا شد این سرائے آسمان قدر + قریب پل آہنی ریل سابق قبرستان تھا اور قبور پر عمدہ عمدہ کتابے نقش تھے وقت تعمیر پل قبرستان مٹ گیا انا للہ وانا الیہ راجعون اب صرف چند قبریں جو بچ رہی ہیں اُن پر چار کتابے نظر سے گزرے عبرت ناظرین وسامعین کے لیئے لکھتا ہوں اور سخن کو ختم کرتا ہوں

اے خاک تیرہ عزت مہمان نگاہ دار — کین نور چشم ماست کہ در بر گرفتۂ

اے اہل حیات مرگ را یاد کنید — خود را ز غم زمانہ آزاد کنید

چون بیگزرید بر سر تربت ما — باید کہ بہ یک فاتحہ دل شاد کنید

بروز حشر چو پرسند از نکوئی ما — کفن بس است گواہ سفید روئے ما

این لالہ نیست بر سر خاک مزار ما — بیرون فتادہ عکس دل داغدار ما

بلاد متفرق میں فقیر حقیر راقم الحروف نے ابیات عبرت خیز حسرت انگیز کہنہ قبور پر کندہ دیکھے ہیں از انجملہ دھلی میں قبر زینت النسا بیگم خواہر زیب النسا بیگم بنت عالمگیر پر یہ شعر نقش ہے ؎

مونس ما در لحد فضل خدا تنہا بس است — سایۂ از ابر رحمت قبر پوش ما بس است

اور شاہ درہ لاہور میں قبر نور جہان بیگم پر یہ بیت کندہ ہے ؎

بر مزار ما غریبان نے چراغے نی گلے — نی پر پروانہ یابی نے صداے بلبلے

اور بنارس میں قبر علی حزین گیلانی پر یہ تین بیت نقش ہیں ؎

روشن شد از وصال تو شبہای تار ما — صبح قیامت است چراغ مزار ما

حزین از پای رہ پیما بسی سرگشتگی دیدم — سر شوریدہ بر بالین آسایش رسید اینجا

زبان دانِ محبت بودہ ام دیگر نمیدانم　　ہمیدانم کہ گوش از دوست پیغامی شنید اینجا

اور حیدرآباد دکن میں میر مومن علیہ الرحمۃ کے دائرے میں صدہا کتابے الواح سنگ پر منقوش ہیں ازانجملہ میر ابوتراب فطرت مشہدی کی لوح قبر پر یہ رباعی کندہ ہے۔

رباعی

فطرت بتو روزگار نیرنگے کرد　　ننواخت بمہر وخاج آہنگی کرد
آن سینہ کہ عالمی درو می گنجید　　اکنوں ز تردد نفس تنگی کرد

اور شہر بیدر میں علی برید کے گنبد کے ابیات عبرت آیات نقش ہیں۔ ازانجملہ یہ قطعہ رباعی ہے۔

دامن کشان کہ میسر و دام وز بر زمین　　فردا غبار کالبدش بر ہوا رود
خاکت ہمہ استخوان ہوای نفس خیرہ چشم　　مانند سرمہ دان کہ در رو توتیا رود

رباعی

ای ہم نفسان تا اجل آمد بسر من　　از پای در افتادم و خون شد جگر من
دی تازہ گلے بودم و خوش رنگ چمن دہر　　امروز فرو ریخت ہمہ بال و پر من

حصہ پنجم تاریخ دل چسپ تمام ہوا۔

حصہ ششم

تاریخ دلچسپ اردو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کلام نمود حمد واجب الوجود لایق سجود ذات پاک معبود ہے۔ اور قابل ستایش و درود برگزیدہ رب ودود حضرت محمدؐ محمود مظہر کمالات نامحدود۔ آل ابرار و اصحاب اخیار اُن کے بزمرہ بہترین خلایق معدود اور نظیر و سہیم اُن کا دنیا میں مفقود۔ بعد ازیں مشہود ضمیر منیر ارباب دانش ہو کہ یہ حصہ ششم تاریخ دلچسپ کا پارۂ اخیر ہے اور اس کتاب کا خاتمہ بالخیر بفضل رب قدیر ہے جاننا چاہیئے کہ کیمیا نام علم بنانے چاندی سونے کا ہے۔ اور لیمیا نام علم طلسمات کا ہے اور ہیمیا نام علم تسخیر کا ہے اور سیمیا نام علم شعبدہ کا ہے عملیات سے اور ریمیا نام علم شعبدہ کا ہے خواص ادویہ سے۔ اور اس مختصر کتاب میں تفصیل اس مجمل کے بیان کی نہیں ہو سکتی۔ حکما نے سر سے اسم ایک ایک حرف لیکر کلہ سرؔ اس علوم خمسہ کو لکھا ہے۔ اگلے زمانہ میں اسکا بہت چرچا تھا حکما کامل اس فن کے موجود تھے اب مدت مدید سے یہ علم متروک و مفقود ہو گئے ہیں بعض واقف حال کہتے

ہیں کہ امریکا و یورپ میں فن سیمیا سے بعض لوگ کسیقدر آگاہ ہیں۔ اب میں ایک قصہ دل چسپ بروایت صحیح بیان کرتا ہوں۔ **ملا عبد المجید** احمد آبادی نے تاریخ سیر الملوک میں رقم کیا ہے کہ بحضور نور الدین جہانگیر بادشاہ بنگالہ سے چند بازیگر شہر آگرہ میں آئے اور شاہ کے سامنے اپنی ہنرمندی دکھائی اُسوقت دربار میں دوسو چالیس امیر و دانشمند حاضر تھے۔ اول دس تخم زمین میں بوئے اور گرد پھر کر کچھ پڑھ کر پھونکے یا۔ فی الحال دس درخت۔ شہتوت آم سیب انجیر بادام ہی شفتالو کھرنی ناریل نارنج کے پیدا ہوئے۔ اور چند دقیقہ میں سرسبز و بلند و باردار ہو گئے اور تھوڑی دیر میں سب میوجات مختلف برابر پختہ ہو گئے۔ بازیگروں نے جملہ میوے توڑ کر شاہ کے روبرو پیش کیے جملہ اہل دربار کو تقسیم ہوئے۔ سب نے انکو کھایا خوش ذائقہ پایا۔ اور اس اثنا میں چند بلبل اگن شاملا کوکلا وغیرہ چڑیاں خوش آواز شاخہائے اشجار پر نمودار ہوئیں اور زمزمہ سرائی سے اہل دربار کو خوش کیا۔ پھر باد خزاں چلی درختوں کے پتے زرد ہو کر جھڑ گئے اور جملہ درخت دفعتہً زمین میں دھس کر غائب ہو گئے۔

پھر ایک بازیگر چادر اوڑھ کر شاہ کے سامنے آیا اور ایک آئینہ چادر سے نکالکر دکھایا مثل قرص ماہ روشن تھا اُسکی روشنی کا عکس تمام دربار میں پڑتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ چلا گیا اور سات آدمی صف بستہ حاضر ہوئے اصلاً اُنکی لبوں کو جنبش و حرکت نہ تھی۔ اور ترانۂ دُھرپت خیال بآواز بلند گاتے تھے پھر وہ چلے گئے اور ایک شخص تیر و کمان لیکر آیا اور ایک سو تیر گن کر پیاپے آسمان کی طرف مارے جملہ تیر ہوا میں جُدا جُدا معلق نظر آتے تھے۔ شاہ و اہل دربار جس تیر کی طرف اشارہ کرتے تھے بازیگر ایک اُدھر دکھلا دیتا تھا وہ تیر ہوا پر چل جاتا تھا بعدہٗ چولہا بنا کر ایک دیگ اُسپر رکھی تین سیر

ٹکر میں سیر چاول بیس سیر گوشت بیس سیر گھی اور مصالح و پانی اسمیں ڈالکر موند بند کر دیا ایک ساعت کے بعد دیگ سے بیس قسم کا کھانا پلاؤ زردہ اقسام و انواع کا ایک قاب میں نکال کر پیش کیا جملہ حاضرین دربار نے کھایا نہایت لذیذ گرماگرم تھا۔ پھر ایک فوارہ زمین میں نصب کیا اور اسپر کچھ پڑھ کر پھونک دیا دس گز بلند پانی فوارے سے اچھلکر زمین پر گرنے لگا۔ پانی کا رنگ کبھی سفید کبھی سرخ کبھی سبز دکھائی دیتا تھا اور زمین پر گر کر معدوم ہو جاتا تھا زمین تر نہیں ہوتی تھی پھر اسی فوارے کو دوسری جگہ گاڑ دیا اور شتابی سے آگ لگائی مثل انار آتشبازی دس گز بلند چھٹنے لگا طرح طرح کے پھول آتشین اسمیں سے جھڑتے تھے جب وہ انار چل چکا۔ تب ایک آدمی میدان میں کھڑا ہوا دوسرا اچھلکر اسکے شانے پر جا کھڑا ہوا۔ پھر تیسرا آدمی اچھلا اور دوسرے کے دونوں شانوں پر پاؤں جما کر کھڑا ہو گیا۔ اسیطرح ایک دوسرے پر چھ آدمی اچھل اچھل کر تلے اوپر مثل منار یک لخت قائم ہو گئے تب ساتویں ایک آدمی نے دوڑ کر انکو بے تکلف اٹھا لیا اور تمام صحن مجلسرا میں چکر مار کر دوڑتا پھرا۔ بعدہ آہستہ سے زمین پر رکھدیا اور وہ چھ آدمی ایک دوسرے کے کاندھے پر سے کود کود کر زمین پر کھڑے ہو گئے بعدہ ایک بازیگر کو ایک بازیگر نے قتل کر کے بند بند اسکے جدا کر ڈالے جب خون زمین پر خشک ہو گیا ایک قانات مدور استادہ کر کے جملہ اعضا کو اسکے اڑمیں لیکر چند دقیقہ کے بعد وہ صحیح و سالم باہر نکل آیا کہیں اسکے جسم پر خط بھی نہ تھا۔

پھر ایک بازیگر نے دو مرغ اصیل لاکر شاہ کے سامنے لڑائے اور عین جنگ میں اُنپر کھانچہ ڈہانک دیا اور پھر اٹھا لیا دو مرغ کبک دری ہو گئے پھر ڈہانک کر جو سر پوش اٹھایا دو سانپ سیاہ برآمد ہوئے پھر زمین کھود کر ایک حوض بنایا اور پانی سے بھروا دیا اور اسپر کچھ پڑھ کر پھونکا تمام پانی مثل برف کے

جم گیا بعدہٗ عرض کیا کہ اس برف پر ہاتھی پھرایا جائے۔ بحکم شاہ فیلبان نے اُسپر ہاتھی پھرایا۔ مگر وہ برف
کہیں سے نہ ٹوٹی اور پاؤں کا نشان بھی محسوس نہوا۔ پھر ایک منتر پڑھکر جو پھونکا تو وہ حوض غائب
ہوگیا۔ پھر دو خیمہ مقابل یکدگر بفاصلہ سو سو قدم استادہ کرائے اور ایک ایک بازی گر ہر دو خیمہ کے
اندر چلا گیا بعدہٗ شاہ سے کہا کہ جو جانور ارشاد ہو ان خیموں سے باہر آویگا۔ شاہ نے حاضرین دربار سے
اشارہ کیا۔ خان جہان خاں نے کہا شتر مرغ۔ فوراً دو شتر مرغ دونوں خیام سے نکلے اور میدان میں مثل
مرغ لڑے۔ پھر شہزادہ خرم مرزا نے فرمایا کہ گاوگوزن۔ بمجرد فرمان ہر دو شتر مرغ خیموں میں چلے گئے
اور دو بارہ سینگے برآمد ہوئے۔ المختصر جو سردار جس جانور کا نام لیتا تھا اسیطرح سے پہلا جانور
خیمہ میں چلا جاتا تھا اور دوسرا فوراً نکل آتا تھا۔ پھر ایک طشت پر آب شاہ کے روبرو لاکر دھرا اور گلاب کے
پھول اُسمیں سے نکالکر پیش کیئے پھر وہ پھول طشت میں ڈالدیئے اور سوسن کے پھول نکالے اسیطرح
چند قسم کے پھول جو مختلف موسم میں ہوتے ہیں نکالکر حاضرین کو دکھائے۔ بعدہٗ ایک پنجرہ مجلس میں
لاکر دھر دیا اُسمیں بلبل تھا۔ پھر غلاف پنجرے پر ڈالکر اُٹھایا۔ بنگالہ کی مینا اُسمیں نظر آئی۔ القصہ چند مرتبہ
غلاف ڈالا اور اُٹھایا اور ہر بار مختلف رنگ کے طائر خوش آواز دکھائے۔ پھر شعبدہ تازہ کا سماں باندھا
ایک قالین شیرازی مجلس میں بچھایا ایک لمحہ کے بعد اُٹھاکر تہ کرکے پھر کھولکر بچھا دیا قالین دوسرے
نقش و نگار کا ہوگیا۔ اسیطرح چند مرتبہ عمل کیا اور طرز و رنگ جدید کا قالین دکھایا۔ پھر ایک طشت
پر آب لاکر سامنے رکھا اور پانی اُسکا پھینک دیا اور ظرف کو خالی رکھ دیا۔ خود بخود پانی سے وہ بھر گیا
ایک سو بار خالی کیا اور وہ برتن پر آب ہوگیا۔ پھر ایک بورا جسکے ہر دو جانب کھلی ہوئی تھی شاہ کے
سامنے لائے ایک طرف سے تربوز نکالکر پیش کیا اور دوسری طرف سے اسیمیں رکھدیا پھر خربزہ نکالا اسی طرح

ایک سو قسم کے مختلف پھل نکالے اور غائب کر دیئے۔ بعدہ ایک شعبدہ باز نے اپنا مونھہ
کھولکر پچیس سانپ سیاہ پانچ پانچ ہاتھ کے لمبے پیٹ سے نکالے وہ آپسمیں خوب لڑے اور غائب
ہوگئے۔ پھر تین مرتبان خالی لاکر مجلس میں رکھے اور ہر ایک سے مربے اچار چٹنی مٹھائی کے انواع
اقسام و انواع کے نکالکر جملہ اہل دربار کو کھلائی سب چیزیں عمدہ تھیں۔ پھر ایک کتاب پیش کی سب نے
دیکھا۔ سعدی کی گلستاں تھی پھر اسکو لیکر بار دیگر دکھائی۔ دیوان حافظ کا تھا۔ اسیطرح چند مرتبہ
کتاب دیکر دکھا کر لے لی اور پھر حوالہ کی تو دوسری کتاب نظر آئی۔ بعدہ ایک بازیگر زنجیر آہنی
پچاس گز لمبی لایا اوسپر کچھہ افسون پڑھکر دم کرکے اسکا سر آسمان کی جانب بلند کیا فوراً وہ زنجیر مثل
ستون کے ہوا پر زمین سے جدا طرف آسمان کے استادہ ہوگئی۔ پھر اوسپر ایک کتا لاکر چڑھایا
وہ مثل بلی زنجیر پر چڑھ گیا۔ جب انتہا پر پہنچا غائب ہوگیا بعدہ ایک ریچھ کو اسیطرح چڑھایا وہ بھی
اوپر کے سرے پر پہنچکر غائب ہوگیا پھر ایک شیر کو اسی طرح چڑھایا وہ بھی چڑھ گیا اور غائب ہوگیا
پھر کچھہ پڑھکر اشارہ کیا زنجیر زمین پر گر پڑی۔ پھر چند تلواریں آبدار زمین پر جما کر اسکی باڑ پر ایک آدمی لیٹا
جسم پر خط بھی نہ پڑا۔ پھر ایک بازیگر نگین الماس کی انگشتری پہن کے آیا۔ جب اسکو انگلی سے نکال کر
دوسری انگلی میں پہنتا تھا نگینہ بدل جاتا تھا۔ کبھی یاقوت کبھی زمرد کبھی فیروزہ کبھی نیلم کا دکھائی دیتا
تھا۔ پھر ایک شخص شاہ کے سامنے ایک عورت لایا اور عرض کیا کہ آسمان پر لڑائی ہے میں لڑائی
پر جاتا ہوں۔ اپنی عورت کو حضور کے سایہ پرورش میں چھوڑتا ہوں اگر مارا جاؤنگا تو میرے
اعضا زمین پر گرینگے اوسوقت موافق مذہب ہنود کے عورت اعضاؤں کو جمع کرکے ستی ہوجائیگی
شاہ نے قبول کیا۔ آسنے ایک میخ زمین میں گاڑی اور ایک پیچک کچے دھاگے کی جیب سے نکالا اسکا سرا

میخ میں باندھ دیا اور پیچک کو طرف آسمان کے پھینکا۔ وہ دھاگا سیدھا ہوا میں طرف آسمان کے اسقدر بلند ہُوا کہ نظروں سے غائب ہوگیا۔ تب وہ آدمی مسلح ہوکر اُس دھاگے پر چڑھ گیا اور بلند ہوتے ہوتے آنکھوں سے چھپ گیا۔ بعد ایک ساعت اُس کے اعضا زمین پر گرے عورت نے جمع کیے لکڑی طلب کرکے چِتا بنایا اعضائے مُردہ کو اُسمیں رکھکر خود جا بیٹھی دوسرے بازیگروں نے آگ سُلگا دی بموجب رواج ہنود وہ جلکر خاکستر ہوگئی۔ ایک گھڑی کے بعد اُسی تار کے اوپر سے جو ہوا میں قائم تھا وہ شخص صحیح سالم اُتر آیا۔ شاہ کو سلام کیا کہ میں فتح پاکر لڑائی سے واپس آیا میری عورت مجھے دلا جملہ حاضرین نے کہا کہ تیرے اعضا گرے وہ بموجب مذہب ہنود ستی ہوگئی یہ خاک کا ڈھیر پڑا ہے آ سنے عرض کیا کہ وہ خوبصورت ہے شاید حضور کے محل میں ہوگی اگر حکم ہو تو میں پکار کر بلاؤں شاہ نے فرمایا بہتر اُسنے نام لیکر پکارا وہ عورت تخت بادشاہ کے نیچے سے باہر نکل آئی۔ بعدہ ایک شخص نے ایک بیاض بادشاہ کو دی جملہ اوراق اُسکے سادہ تھے پھر جو بند کرکے اُسے کھولا تو ہر ورق پر ایک ایک تصویر منقوش تھی۔

صبح سے قریب شام تک یہ شعبدہ بازی کا تماشا ہوتا رہا بادشاہ نے پچاس ہزار روپیہ انعام دیا اور جملہ حاضرین نے چندہ کرکے دو لاکھ روپیہ حوالہ کیا۔ جہانگیر نے اپنی تاریخ مثل تیمور و بابر خود لکھی ہے اُسکا نام تُزک جہانگیری ہے یہ قصہ اُسمیں بھی ایسا ہی مفصل مرقوم ہے اسکی صحت میں کلام نہیں اور ایسے ہی چند وقائع تواریخ میں **محمد عباس** کی نظر سے گزرے ہیں ازانجملہ سید صدر مدنی مصنف سلافۃ العصر جو ایک ادیب نامی عہد عالمگیر میں تھے اُنکا قلمی ایک مجموعہ عربی میرے پاس ہے اُسمیں مرقوم ہے کہ فیما بین شاہ عباس صفوی خسرو ایران اور سلطان روم اکثر لڑائی رہتی تھی ایک

مرتبہ فوج ایران ایک قلعہ میں گھر گئی۔ اور لشکر رومی نے محاصرہ کرلیا اہل قلعہ نے شیخ بہاء الدین عاملی کو
لب خندق کھڑے دیکھا قلعہ میں بلا لیا اور عرض کیا کہ ہماری رہائی کی کوئی تدبیر کیجیے۔ شیخ نے ایک پتلا قد
آدم بانس کے پنچوں کا بنوایا اُسپر سفید کاغذ منڈھ دیا۔ اور وقت مغرب اُس پتلے کی پیشانی پر کچھ لکھ کر
رومال سے چہرہ ڈھانک دیا اور کہا کہ تاریکی شب میں ایک بہادر آدمی اسے لیجاکر رومی مورچے کے قریب
میخ گاڑ کر اس پتلے کا پاؤں میخ سے محکم باندھکر چلا آوے۔ چہرہ رومی سپاہ کیجانب اور پشت قلعہ کیطرف
رکھے اور پیچھے سے رومال سر سے اُتار کرلے آوے۔ اور پھر کر پتلے کی طرف نہ دیکھے۔ مطابق ارشاد عمل میں آیا
صبح کو رومیوں نے ایک مرد قوی ہیکل کو دور سے استادہ دیکھا۔ اُسے دیکھنے کو قریب گئے۔ جو شخص اُسکے چہرہ
کو دیکھتا تھا اپنے ہاتھ سے خنجر اپنے پیٹ میں مار لیتا تھا۔ یا تلوار سے اپنا گلا کاٹ ڈالتا تھا۔ تھوڑی دیر
میں سیکڑوں آدمی ہلاک ہو گئے۔ فوج میں تہلکہ پڑ گیا لشکر رومی ہراساں ہو کر چلدیا۔ محاصرہ جاتا رہا وقت
شب اُس پتلے کو سرپوشیدہ شیخ نے طلب کرکے جو کچھ ماتھے پر لکھا تھا پانی سے دھو ڈالا۔ اور یہ
بھی اُسی مجموعہ میں مرقوم ہے کہ شیخ بہائی پہلے اصفہان کے شیخ الاسلام تھے پھر فقیر ہو گیے تھے ایک
روز ایک گلی میں زیر دیوار بیٹھکر پیشاب کیا پیشاب موقوف نہوتا تھا۔ شیخ نے متحیر ہو کر اِدھر اُدھر دیکھا نظر
پڑی کہ ایک کھڑکی سے ایک عورت سر باہر نکالے بیٹھی ہے۔ شیخ نے فوراً کچھ پڑھکر پھونکا۔ عورت کے
سر سے دو سینگ نکلکر چند گز دراز ہو گئے عورت چلائی کہ اے شخص مجھے رسوا نہ کر۔ شیخ نے کہا کہ تم میری
آفت دور کرو میں تمھاری آفت دور کردونگا۔ فوراً پیشاب تھم گیا اور عورت کے سر کے سینگ معدوم ہو گئے
اور ایک مرتبہ شیخ نے سردہ فروش سے ایک پیسہ جو اُنکے پاس تھا دیکر قاش سردہ طلب کی اُس نے
قاش نہ دی اور مرد فقیر حقیر سمجھکر گالیاں دیں شیخ کو اُس رذیل بازاری کی حرکت بُری معلوم

ہوئی۔ تادیب وتنبیہ کا خیال ہوا۔ تھوڑی دیر کے بعد سردہ فروش کے پاس ایک شخص لباس فاخرہ پہنے ہوئے آیا۔ اور کہا کہ میری نوکری نکلی ہے میں فلاں شہر کو جاتا ہوں میرا ایک باغ پُر میوہ ہے تم اسکا ثمرہ مول لیلو میں بہت کفایت سے دونگا۔ میوہ فروش اُس کے ساتھ ہولیا۔ اُسنے بیرون شہر ایک باغ دکھایا جسمیں اثمار پختہ بکثرت تھے۔ المختصر بقیمت ارزاں زر نقد دیکر میوہ فروش نے خریدلیا۔ روز دیگر چند اونٹ کرایہ کرکے میوہ توڑنے گیا۔ ہر چند تلاش کیا۔ باغ نہ ملا۔ تین روز تک خراب خستہ پھرتا رہا۔ چوتھے روز شاہ عباس کے دربار میں جاکر دُہائی دی اور حال بیان کیا۔ شاہ یہ واقعہ سُن کر متحیر ہوئے اور شیخ مذکور کو بلاکر اُنسے ماجرا بیان کیا۔ شیخ نے میوہ فروش سے کہا کہ تو نے کسی فقیر کا دل دکھایا ہے اُسکی یہ سزا پائی ہے۔ میوہ فروش نے شیخ کو پہچان لیا اور بہت عاجزی کی قسم کھائی کہ آیندہ کبھی بدزبانی نکروں گا جب وہ تائب ہوا شیخ نے فرمایا کہ فلاں مزبلہ میں تیرا روپیہ رکھا ہے۔ لیلو۔ شاہ نے آدمی بھیجکر اُس جگہ سے طلب فرماکر میوہ فروش کو دے دیا۔

اور ایک معتبر آدمی نے مجھہ سے بیان کیا کہ ایک روز ایک شعبدہ باز نواب منیرالملک کے پاس حیدرآباد میں آیا۔ اول اُسنے بیضہ ہائے کبوتر و مرغ کو ایک ظرف میں رکھدیا۔ چند دقیقہ کے بعد آہیں سے بچے کبوتر و مرغ کے نکالکر دکھائے۔ پھر چادر کے ٹکڑے ٹکڑے پھاڑ کر ایک ظرف میں بھردی اور چند دقیقہ کے بعد سالم نکالکر دکھائی۔ بعدہٗ اہل مجلس سے دو شالہ پیش قبض انگشتری لیکر ایک حجرے میں رکھدیں وہاں سے چیزیں سب غائب ہوگئیں شعبدہ باز نے اپنے نوکر سے کہا کہ تلاش کرکے لے آؤ۔ وہ حجرے میں جاکر غائب ہوگیا شعبدہ باز نے کہا کہ میں جاکر لے آتا ہوں۔ وہ حجرے میں گیا اور غائب ہوگیا۔ سب چیزیں ضائع ہوئیں کہیں پتہ نہ لگا۔

ایک شعبدہ باز نے میرے روبرو چند زرد چنبیلی کے پھول ہاتھ میں لیکر اُسپر کچھ پڑھ کر دم کیا۔ وہ پھول سونے کے ہوگئے اور امرود کے درخت کو پکڑ کر ہلایا اُسپر سے روپے کلدار برسنے لگے اور زنجیر طلائی کو توڑ کر بندوق میں بھر کر سَر کی میں نے اُس زنجیر کو سالم کھونٹی میں آویزاں پایا۔ مجھ سے میرا جُبہ لیکر دیکھا۔ پھر مجھے دیدیا وہ غائب ہوگیا ہنسکر کہا کہ طاق میں دھرا ہے میں جاکر لے آیا۔ اور ۱۸۹۶ء کے انگریزی اخبار پانیر میں نظر سے گزرا کہ رنگون میں ایک شعبدہ باز نے ایک محفل میں یہ شعبدہ دکھایا کہ یکایک ایک عورت آئی۔ اور اُسکے چہرہ سے ایک روشنی پیدا ہوئی چند دقیقہ میں سر سے پاؤں تک شعلہ ہوگئی۔ پھر وہ شعلہ جدا ہوکر مثل ستون اُسکے سامنے کھڑا ہوگیا۔ عورت نے اپنے ہاتھ سے اُسے دبانا شروع کیا وہ ستون شعلہ بصورت انسان شعلہ پیکر نظر آیا۔ اور اہل محفل سے اُسنے مصافحہ کیا پھر خیر و عافیت پوچھی اور گرد عورت کے پھر کر چھپ گیا اور اُسمیں جذب ہوگیا پھر وہ عورت کمرہ کے باہر جاکر غائب ہوگئی۔ ۱۸۹۶ء شہر پیرس برگ فرانس میں ایک شعبدہ باز نے شعبدہ بازی کا جلسہ منعقد کیا پہلے ایک میدان میں گھوڑے دوڑائے۔ بعدہ جسقدر زمین پر گھوڑے دوڑلے تھے وہاں ایک تالاب پرآب نظر آیا۔ پھر اُسمیں بہتے طائران آبی دکھائی دیئے۔ نصف بشکل انسان اور نصف مچھلی کی صورت تھے ایک گھنٹہ کے بعد تالاب و جانور معدوم ہوگئے ✤

افغانستان

اس ملک کے نامی شہر کابل قندھار غزنی جلال آباد ہیں۔ کابل کو پشنگ بن تور بن فریدوں نے آباد کیا ہے۔ قریب شہر پہاڑ پر قلعہ ہے اُس کے دامن میں باغ شہ لالہ عمارت بابر بادشاہ بڑی فضا کا مقام ہے۔ اور پرگنہ کابل بنام تومان دامن کوہ میں مشہور ہے۔ پرگنہ کو تومان کہتے ہیں۔ رنگ رنگ کے

پھول خود رو اس سرزمین میں پیدا ہوتے ہیں۔ اور توماں نعمان وغوربند میں اشجار بکثرت ہیں اور (۲۲)
قسم گل لالہ وہاں ہوتا ہے اُسمیں ایک خوشبو ہے۔ اُسے لالہ بویا کہتے ہیں اور کان لاجوردکی بھی ہے اور
توماں ضحاک وبامیان میں عمارت شاہان کیان کے نشان پائے جاتے ہیں۔ بہت تہ خانے منقش
سنگین سیاحوں نے دیکھے ہیں۔ اور ایک بڑی عمارت شاہی شکستہ ویران ہے اُسکے صحن میں ایک تالاب
ہے جو کوئی لباس سفید پہنکر اُس صحن میں جاتا ہے سرحد صحن تک سبز دکھائی دیتا ہے۔ اور توماں زابل میں
ایک چشمہ ہے اگر کوئی اسمیں پیشاب کرے تو ایک دو گھنٹہ کے بعد برف برستی ہے۔ اور توماں جلال آباد
سے بفاصلہ چار کروہ باغ صفا۔ چار باغ۔ باغ فاختہ ہے۔ ان میں انار بے دانہ پیدا ہوتا ہے۔ اور
علاقہ کابل میں کاشغر کے قریب ہندوایران سکے پھول اور بنفشہ ونرگس جنگل میں بکثرت ہوتے ہیں۔ اور
شفتالو ناشپاتی کا جنگل ہے اور باز وجرہ وشاہین بکثرت ہیں۔ اور حیات خاں نے تاریخ حیات
افغانی میں لکھا ہے کہ کابل سے بفاصلہ چالیس میل طرف شمال ایک پہاڑ کے دامن میں تخمیناً چار سو فٹ طویل
اور ایک سو گز عریض اور بقدر دو سو فٹ بلند ایک ریت کا ٹیلہ ہے جو کوئی اُسپر چڑھ جاتا ہے یا تُند
ہوا چلتی ہے اُسمیں سے آواز نقارہ ونفیری کی گوش زد ہوتی ہے۔ وہاں کے لوگ اُسکو ریگ رواں
کہتے ہیں ۱۲۵۵ھ ہجری میں جب ہند سے سپاہ شاہ لنڈن بمددگاری شجاع الملک درانی افغانستان
کو گئی بمقام قندھار بعض سرداران فرنگ کو معلوم ہوا کہ یہاں ایک قدیم نقب ہے اور اُسمیں مختلف راستے
ہیں۔ چند فرنگی روشنی مشعل لیکر اُسکے اندر بقدر ایک میل کے گئے۔ راہ میں ایک جگہ برابر برابر سات سنگ
مدور مثل چکی گھومتے ہوئے ملے ہر ایک پر آٹھ آٹھ شمشیر آبدار نصب تھیں آگے جانہ سکے وہاں سے
پھر آئے۔ اور بامیان میں جو کابل سے سو کوس ہے ایک ایک پارہ سنگ سے تین بت دامن کوہ میں تراشے

ہوئے ہیں سو وہ چار سو ہاتھ کے اور تیسرا بہتر ہاتھ کا ہے۔ اور پہاڑ میں مکانات ترشے ہوئے ہیں اُنکے اندر جانے کا جو رستہ ہے وہ بشکل خانہ مار ہے۔ جسکو ہند میں بامی کہتے ہیں اور یہاں سے بفاصلہ پچیس کوس بند بربر ہے۔ وہاں ایک بڑی ندی ہے اُسپر عجیب وضع کا پل واقع ہے۔ ایک پارہ کوہ اِس کنارے اور دوسرا دوسرے کنارے پر رکھا ہے اُسپر ایک پہاڑ رکھا ہوا ہے۔ نیچے سے پانی بہتا ہے اُوپر سے خلقت خدا کی آمد و رفت جاری ہے۔ وہاں کے باشندگان قوم ہزارہ جو مسلمان ہیں سب شیعی المذہب ہیں اُنکا بیان ہے کہ اگلے زمانہ میں یہاں مسمی سامری ایک کافر حکمراں تھا وقت طغیانی آب رود شہر میں پانی آجاتا تھا مکانات گر جاتے تھے۔ سامری نے دس ہزار غلام خرید کر ندی کا پشتہ بنوایا مگر وہ ہر سال تعمیر ہوتا تھا اور سیلاب سے ٹوٹ کر بہ جاتا تھا۔ ایک روز مدینہ منورہ میں ایک فقیر نے حضرت مظہر العجائب علی بن ابیطالب علیہ السلام سے مبلغ خطیر کا سوال کیا آپنے فقیر سے فرمایا کہ تو اپنے دونوں پاؤں میرے پاؤں پر رکھ اور دونوں ہاتھوں سے میرے شانے پکڑ لے اور آنکھ بند کر کے کھڑا ہو اُسنے بموجب ارشاد عمل کیا۔ ایک لمحہ کے بعد آپنے فرمایا۔ کہ آنکھ کھولدے اُسنے آنکھ کھول کر اپنے تئیں ایک جگہ دیکھا جس کو کبھی نہ دیکھا تھا۔ شاہ مرداں نے فرمایا کہ یہاں کا بادشاہ غلام خرید کرتا ہے تو مجھکو لے جا کہہ میں غلام فروخت کرتا ہوں جب قیمت پوچھیں تو کہنا کہ یہ غلام اپنی قیمت آپ کہدیگا۔ فقیر نے بموجب حکم عمل کیا۔ سامری نے قیمت دریافت کی تو جناب علی مرتضی نے قیمت بقدر سوال فقیر فرمائی۔ اُسنے کہا کہ غلام کی قیمت اسقدر نہیں ہوتی۔ تجمیں کیا وصف ہے جو اسقدر قیمت کہتا ہے۔ آپنے ارشاد کیا کہ جو کام تو کہے گا فوراً وہ تیرا کام کر دونگا۔ سامری نے کہا کہ یہ پل ایسا بنا دو کہ سیلاب سے نہ گرے آپنے فرمایا کہ ابھی بنا دیتا ہوں۔ سامری نے کہا کہ اگر ایسا ہو تو ہم سب تمہارے غلام درم ناخریدہ ہو جاوینگے آپنے

فرمایا بسم اللہ دریا کے کنارے چلو قدرت الٰہی دیکھ لو سامری اور تمام سکنائے شہر لب دریا گئے حضرت نے ازراہ کرامات ہاتھ دراز کرکے ایک پارۂ کوہ اس کنارے اور دیگر پارہ اُس کنارے رکھدیا۔ پھر ایک پہاڑ اُٹھاکر اوپر رکھا۔ آناً فاناً میں پل بنگیا۔ سامری مع تمام قوم مطیع ہوگئے آپنے سب کو مسلمان کیا آئین دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم سکھاکر فقیر کو روپیہ دلواکر رخصت ہوئے اور دوسری ساعت نگزری تھی کہ مدینہ میں داخل ہوگئے۔ فقط

ہرچند یہ واقعہ کسی کتاب میں مرقوم نہیں ہے مگر بروایت مسلسل اہل ہزارہ اسمیں کچھ شک نہیں دیکھو درہ کوہ خیبر جو بارہ کوس آگے شہر پشاور سے شروع ہوتا ہے۔ اُسکے اگلے سرے پر علی مسجد ایک مقام مشہور ہے۔ وہاں ایک قاناتی بے سایہ مختصر مسجد بنی ہوئی ہے۔ اور سطح سنگ میں ایک سوراخ بقدر یک وجب گول ہے اُسمیں پانی نہایت خوشبو شیریں بھرا ہوا ہے۔ جسقدر چاہو اُسمیں سے لیلو کم زیادہ نہیں ہوتا اور تین درخت چنار کے ہیں۔ وہاں کے لوگ بیان کرتے ہیں کہ یہاں جناب امیر المومنینؑ تشریف لائے نماز کا وقت تھا اور پانی نہ تھا آپنے نیزہ پتھر میں گاڑدیا۔ اور اُکھاڑ لیا۔ یہ چشمہ قدرت خدا سے پیدا ہوا اور آپنے تین میخ چوب چنار کے گاڑ کر اپنا گھوڑا باندھا تھا وہ یہ تین درخت ہوگئے جو اب تک موجود ہیں اور قندہار سے بفاصلہ ستہ فرسخ بمقام سن نئی کوہ ما ہے۔ وہاں ہزاروں سانپ پتھر کے پڑے ہیں اور وہاں کے آدمیوں کا یہ عقیدہ اور بیان ہے کہ اس پہاڑ میں سانپ بحساب رہتے تھے۔ جناب مظہر العجائب تشریف لائے اور ایک نعرہ مہیب اللہ اکبر کا ایسا مارا کہ سب سانپ پتھر کے ہوگئے۔ اور شہر بلخ سے بفاصلہ ستہ فرسخ مزار شریف ہے اسکا حال بھی حیرت افزا ہے۔ تاریخ حبیب السیر میں مفصل لکھا ہے۔ خلاصہ اُسکا یہ ہے کہ بعہد سلطان حسین مرزا والی ہرات قریہ خواجہ خیران میں جسکا اب نام مزار شریف ہے سنہ ۸۸۵ ہجری میں ایک

قبر ظاہر ہوئی اُسپر کندہ تھا ھذا قبر اسد اللہ لخ رسول اللہ علی ولی اللہ اُسپر گنبد بنایا گیا مجاور مقرر ہوئے۔ اہل توران کا عقیدہ ہے کہ یہ مزار جناب امیر علیہ السلام کا ہے۔ میں نے ایک مرد فہمیدہ ساکن ہرات سے کرامات و حالات مزار شریف سُن کر کہا کہ مزار مرتضوی تو نجف اشرف میں ہے اور بعہد ہارون رشید عباسی ظاہر ہوا ہے۔ اُسنے کہا ہاں لیکن ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ کا جنازہ شتر پر رکھکر جب بیرون کوفہ دفن کو لیگئے اور خوف اعدا سے چاہا کہ مخفی دفن کریں تب شتر چراغ پا ہوکر مُہار توڑ کر بھاگا اور غائب ہو گیا پس کیا تعجب ہے کہ قدرت الٰہی سے قریب بلخ آگیا ہو اور یہاں جناب امیر مدفون ہوئے ہوں المختصر یہ مزار مدت تک مطاف اہل ایمان رہا۔ عبد اللہ خاں ازبک والی توران نے کہا کہ بروایت مشہور مزار مبارک نجف میں ہے یہاں کوئی زیارت کو نہ جاوے۔ اُسکی ممانعت سے زمانہ دراز تک یہ مکان ویران رہا۔ عہد امیر شیر علیخاں والی کابل میں میر عالم خاں حاکم بلخ نے مجدداً عمارت کو درست کرکے ہر سال ۵ ؍ مئی ماہ انگریزی سے چالیس روز تک وہاں میلہ مقرر کر دیا اور اُسکا نام اُبا سہ گل سرخ رکھا۔ اُبا سہ فارسی قدیم میں میلہ کو کہتے ہیں۔ اور امیر شیر علیخاں کو لکھ بھیجا کہ میں نے یہاں میلہ قائم کرکے ایک رقم معقول آمدنی محصول کی پیدا کی ہے۔ جب سے اب تک برابر وہاں میلہ ہوتا ہے۔ ہزاروں آدمی دور دور سے زیارت کو آتے ہیں۔ امیر شیر علیخاں بھی قریب روضہ مدفون ہیں۔ لوگ مقر ہیں کہ وہاں جاکر مبروص مجذوم اندھا اور کیسا ہی بیمار ہو جو کوئی غبار مزار شریف چشم پر ملتا ہے اچھا ہو جاتا ہے واللہ اعلم بالصواب۔

کوہ پنج مڑی

سابق سلاطین ہند موسم گرما میں کشمیر کو جاتے تھے وہاں استراحت فرماتے تھے۔ جب والی ہند انگریز ہوئے کوہ شملہ سپاٹو منصوری نیل گری نینی تال۔ مہا بلیشر کوہ آبو وغیرہ کو گرمی میں مقر کیا

رہنے لگے اوران کو آباد وآراستہ کیا۔ اور وسط ہند میں کوہ پچ مڑی کو سرد و سیراب پاکر حکام وقت علاقہ سنٹرل پراونس یعنی ناگپور وغیرہ نے پسند کرکے موسم گرمی میں وہاں رہنا اختیار کیا۔ یہ کوہ وصحرا شہر ہوشنگ آباد سے تین منزل ہو۔ تمام سرسبز و شاداب ہے جا بجا پانی رخنہاے کوہ سے بہتا ہے گرمی میں نرم نرم ٹھنڈی ہوا چلتی ہے امرا کے خس خانوں کا لطف غربا کو ملتا ہے۔ اس پہاڑ میں زمانہ سلف کے پانچ مکان پہاڑ میں کھلے ہوے ہیں اُنمیں فقیر ہند و بیراگی اکثر رہتے ہیں۔ آم کھرنی ہڑہ بہیڑہ آملہ وغیرہ درختوں کا ایک ایک تختہ وسیع بے آمیزش درخت دیگر قدرتی پہاڑ میں واقع ہوا ہے اور ایک تختہ گل چنبیلی کا ہے۔ جب وہ پھولتا ہے جنگل مہک جاتا ہے اور اس جنگل میں ارنا بھینسے بکثرت ہیں۔ انمیں اور جاموسہاے شہری میں ایسا فرق ہے جیسا ناگوری بیل و دیسی بیل میں قد کا تفاوت ہے ارنی کا دودھ بہت گاڑھا اور نہایت لذیذ ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ بیس بیس سیر دودھ ایک ارنی دیتی ہے اور اس پہاڑ میں ایک غار بہت عمیق ہے۔ اُسمیں ایک بار ایک فرنگی اُتر گیا وہاں اُسکو کچھ پیسے اور روپے کہنہ ملے مگر ایسے زنگ آلود تھے کہ حروف اُن کے پڑھے نہ گئے۔ فی زمانہ بسبب آمد و رفت حکام پہاڑ پر ایک قصبہ بس گیا ہے مکانات انگریزی بھی بن گئے ہیں ✤

احمد آباد گجرات

اسکو ۸۱۳ہجری میں سابرمتی کے کنارے ناصر الدین احمد شاہ گجراتی نے بسایا ہے فصیل شہر پختہ بازار متعدد عمارت قدیم بوضع مغلی مضبوط۔ جامع مسجد قلعہ مدرسہ شفاخانہ روضہ سلطان احمد۔ درگاہ وجیہ الدین مسجد و مدرسہ و باغ و مکان شاہ عالم درویش عمارت کہنہ سے اب باقی ہیں مشروع کمخواب کلابتوں کلغہ یہاں کا مشہور ہے مکانات کے نیچے مثل تہ خانہ حوض پختہ بنے ہیں انمیں آب باراں جمع

ہوتاہے تمام سال صرف میں آتا ہے۔ مساجد و عمارات مذکور میں بڑے بڑے ستون سنگین ایک ڈال لگے ہیں
بعض بعض جگہ کتابے بھی کندہ ہیں۔ جامع مسجد پر یہ کتابہ کندہ ہے ؎

فرخ این بقعہ کہ چون کعبہ بنائے عجب است	کعبۂ آسا علم دولت و دین عرب است
در جہانداری سلطان زمان احمد شاہ	شہریاری کہ شہنشاہ جہانش لقب است
منبع علم و ادب ہست یکی بانی آن	کہ وقار و کرم و مکنش اندر حسب است
زبدۂ آل نبی صلعم مفخر اولاد علی رضی	سید عالم ابوبکر حسینی نسب است
للہ الحمد مرتب شدہ تاریخ اساس	ہشتصد و ہفتاد و غرہ ماہ رجب است

اسٹیشن احمد آباد سے بفاصلۂ سہ کروہ جانب مشرق قریہ راجپور میں ایک مسجد سنگین منقش بھی ہے اسپر ۹۵۲ھ سنہ سال تعمیر کندہ ہیں اسکے ہر دو جانب منار بلند و سنگین ہیں اُنمیں زینہ اندر سے پیچدار اسی زینہ کا اوپر جانے کو بنا ہوا ہے۔ بالاے منار جاکر جو کوئی کھم چھتری منارہ کو ہلاتا ہے تو مقابل کا منارہ جُنبش کرتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ معلوم ہے کہ اس صنعت کے دو منارے قدیم شہر اصفہان میں بھی ہیں۔ اور شہر سے بفاصلہ شش کروہ قریہ سرخیز میں شاہ احمد گنج کا مقبرہ مسجد تالاب ہے اور بہت مقبرے عالیشان لب آبگیر نہایت پُر فضا ہیں مقبرہ احمد گنج پر یہ رباعی کندہ ہے ؎

بحر کف احمدی چو دُرریز شود	میدان امید گنج پرویز شود
از بہر سجود درگہش نیست عجب	گر روے زمین تمام سرخیز شود

اجمیر

کہنہ بلدان ہند سے یہ ایک مشہور شہر ہے۔ اسکی تاریخ بھی چھپ گئی ہے میں بھی مختصر قابل الذکر کچھ حال

لکھتا ہوں اور تاریخ دل چسپ کو ختم کرتا ہوں۔ یہاں خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمۃ کا مزار ہے۔ احاطہ درگاہ غیاث الدین تغلق نے بنوایا ہے اور خواجہ حسین ناگوری نے زرد پتھر کا دروازہ عالیشان تعمیر کیا ہے گنبد کی غربی دیوار میں سنگ مرمر کی جالیاں ہیں تاریخ تعمیر گنبد بخط نستعلیق کندہ ہے ۵ از پئے تعمیر نقش گنبد خواجہ معین * گفت ہاتف گو معظم قبۂ عرش برین * اسکو سلطان محمود بن ناصر الدین خلجی نے بنوایا ہے اندر لاجوردی نقش نگار بہت اچھے ہیں بالائے قبہ کلس طلائی اور کنگروں پر طلائی کلسیاں نصب ہیں سقف میں چھت گیری زردوزی مخمل کی لگی ہے۔ نیچے قمقمے طلائی زنجیروں میں آویزاں ہیں اور ہر چہار گوشوں پر چار بڑے بڑے قمقمے زنجیر میں لٹکتے ہیں۔ اور چاندی کے قمقمے بھی قریب قریب چاروں طرف آویزاں ہیں دیواروں میں طلائی چوکٹھیں منصوب ہیں اور روضہ کے اندر اشعار فارسی کندہ ہیں۔ مزار پر سیپ کا کام بنا ہوا ہے چھپر کھٹ صندلی ہے۔ اُسپر زریں گلکاری ہے اور کناروں پر طلائی قمقمے لگے ہیں اندرون چھپر کھٹ تعویذ قبر سنگ مرمر کا ہے اُسپر سنگ ابری وفیروزہ ویشب وسنگ اعجوبہ وہسنیا وغیرہ کی پچیکاری ہے بیل بوٹے قابل تعریف ہیں اور تعویذ مرمر میں ایک نگینہ یاقوت رمانی کا نصب ہے غلاف زربفت کا ہے اُسپر پھولوں کی چادر پڑی رہتی ہے۔ چھپر کھٹ کے بیچ میں چاندی کا کٹہرہ ہے اُس کی قیمت ایک لاکھ روپیہ ہے اور قبل ازیں کہتے ہیں کہ ایک سونے کا کٹہرہ تھا جسکو جہانگیر بادشاہ نے بنوایا تھا اور دو کٹہرے نواب جہاں آرا بیگم بنت شاہ جہان نے بنوائے تھے اور چاندی کا ایک اور کٹہرہ راجہ جے سنگھ والی جے پور نے بنوایا تھا۔ مگر اب معلوم نہیں کہ وہ کیونکر باقی نہ رہے۔ گنبد کے شرقی دروازہ سے ملحق دو حجرے ہیں اُنکا دروازہ تیغہ ہے بعض خدام کہتے ہیں کہ اسمیں ظروف طلائی اور کٹہرے وغیرہ قیمتی اسباب بند ہے اور اس روضہ میں وہ کواڑ لگے ہیں جو بعد فتح قلعہ چتوڑ اکبر بادشاہ نے وہاں سے

لاکر لگائے ہیں اور ایک دروازہ کے پہلو میں عقیق زرد منصوب ہیں روضہ کے غربی و جنوبی محرابوں پر زریں پردے پڑے ہیں۔ احاطہ کی دیوار سنگ مرمر کی ہے نام اسکا احاطہ نور ہے اور دروازوں پر طلائی کلس لگے ہیں نقاشی محرابوں کی بہت عمدہ قابل دید ہے پیش درگاہ بازار ہے جسکو اکبر بادشاہ نے ۹۷۰ھ ہجری میں تعمیر کیا تھا۔ اس بازار میں سقف و کانات پر ایک مسجد سنگ سرخ کی ہے اور اس درگاہ کے خرچ کیواسطے سلاطین تیموریہ نے جاگیر مقرر کی تب وہ اب تک بحال ہے۔ حکام دولت انگلشیہ اُس کے نگران و محافظ ہیں۔ متولی درگاہ اکیر بستیرہ۔ اور سیکڑوں خادم درگاہ کے جاگیر سے تنخواہ پاتے ہیں اور ہزاروں روپیہ سالانہ اہل ہند بطریق نذر پیشکش کرتے ہیں۔ اہل ہند خواجہ صاحب کے بہت معتقد ہیں بڑی بڑی کرامات ان کی بیان کرتے ہیں۔ متولی و خدام کا حال ناگفتہ بہ ہے۔ امور خلاف شرع شریف کیطرف راغب و مائل ہیں کہتے ہیں طریقہ چشتیہ میں گانا بجانا سُن کر وجد میں آنا موجب جلا قلب و وصول الی اللہ ہے۔ اس شہر میں چند مسجد اور موتی کٹرہ۔ پھول محل درگاہ برہان الدین قتال۔ چوک کڑک۔ دولتخانہ اکبر نیا بازار۔ تکیہ ناتواں شاہ چشمہ نور جہانگیر گنج شہیداں۔ چلہ بی بی حافظ جمال۔ اندرکوٹ۔ ڈھائی دن کا جھونپڑا۔ وغیرہ عمارات عالیہ دیکھنے کے لائق ہیں گلکاری جامع مسجد کے محرابوں پر خوب ہے چوراسی گز مربع طول عرض مسجد کا ہے اور قریب مسجد باولی و حمام شمسی اور باغ اچھا ہے اور شہر میں انا ساگر کا تالاب طول میں چھ سو گز عرض میں سو گز ہے موسم بارش میں اسکا پانی بہت پھیل جاتا ہے کنارہ تالاب پر چند گھاٹ عمدہ بنے ہوئے ہیں اور ایک دکان سنگ مرمر کا شاہجہان بادشاہ کا بنوایا ہوا ہے۔ اور سنہلی سدا بازار۔ چلہ خواجہ معین۔ چلہ سالار مسعود غازی۔ چلہ قطب صاحب فیل سنگ۔ سورج کنڈ۔ مسجد سرا مقبرہ نواب حسین علی خاں۔ تالاب بیلہ۔ چلہ مدار صاحب۔ عیدگاہ۔ کالج عیسائیاں کان سیسہ بہت سے

مکانات واقعی عمدہ ہیں۔ قلعہ تاراگڈھ گوشہ مغربی شہر میں آٹھ سو فٹ بلند ہے بعض مورخوں کا قول ہے کہ اسکو راجہ رامچندر کے ایک سپہ سالار نے بنوایا تھا اور بعض کا بیان ہے کہ راجہ جیپال نے بنوایا تھا شمس الدین التمش نے ہنود سے بزور شمشیر چھین لیا سید حسین خنگ سوار اسکے قلعدار اولاد سید ابرار سے تھے ہندوانکے دشمن تھے فرصت پاکر ایک شب قلعہ میں گھس گئے سید حسین کی ارشاد میں شجاعت تھی مردانہ و شیرانہ دیباکانہ لڑے بہتے کافروں کو ڈالا اور شہید ہوگئے صبح کو خواجہ معین الدین چشتی قلعہ میں آئے سید حسین اور جملہ شہدا سادات عالی درجات کو اپنے ہاتھ سے دفن کیا سید حسین کا مقبرہ جلال الدین اکبر نے بنوایا ہے اور تین موضع صرف مجاورین کیواسطے وقف کیئے ہیں جہانگیر شاہ جہان فرخ سیر نے بھی تاراگڈھ میں سب کے مزار پر عمارات بنائی ہیں اور مواضع وقف کیئے ہیں وہ سب ابتک بحال و برقرار ہیں اور بالاجی راؤ سندھیہ نے گرد قبر کٹہرہ چاندی کا بنوایا ہے اور دالان اور حوض بنوائے ہیں متصل مقبرہ سادات بنی فاطمہ رہتے ہیں اور خادم و متولی مزار کے ہیں اور اڑھائی دن کی جھوپڑی کی کیفیت تاریخی یہ ہے کہ اندرسین اجمیر کے راجہ نے درمیان شہر و قلعہ ایک محلہ بنام اندرکوٹ آباد کیا تھا اور وہاں بتخانہ عظیم الشان بنایا تھا سلطان شہاب الدین غوری نے ۵۹۵ھ ہجری میں اسکو توڑ ڈالا اور عرصہ اڑھائی روز میں مسجد بنادی عوام الناس نے اسکا نام اڑھائی دن کا جھوپڑہ رکھا ہے محراب مسجد مذکور پر یہ کتابہ کندہ ہے ہذا فی الحادی والعشرین من شہر جمادی الآخر سنۃ خمس تسعین وخمسمائۃ اور دیوار پر یہ کندہ ہے فی تولیت ابوبکر بن احمد بشہر خریجہ ۵۹۶ھ من بعد سلطان شمس الدین التمش نے اس عمارت کو وسیع کیا اور درمیانی پر بخط طغرا کتابہ لکھا ہے جو بمشکل تمام اور غور مالاکلام پڑھا گیا کتابہ بخط طغرا۔

امر ہذا العمارت السلطان العالم العادل المعظم والخاقان الاعظم ملک الترک شہنشاہ الاعظم مالک رقاب الامم مولی ملوک العرب والترک والعجم ظل اللہ فی العالم شمس الدنیا والدین غیاث الاسلام والمسلمین تاج الملوک والسلاطین قامع الکفرۃ والملحدین قاہر الظلمۃ والمشرکین ناصر الاسلام علاء الدولۃ القاہرۃ والملۃ الباہرۃ مالک البر والبحر سلطان الشرق والغرب المؤید من السماء المظفر علی الاعداء ابی المظفر التمش خلیفۃ اللہ ناصر المؤمنین اعلی اللہ فی کل حال شانہ واظہر فی کل سلطۃ برہانہ فی العشرین من شہر ربیع الآخر اس کے بعد سن کندہ تھا حوادث زماں سے خراب ہوگیا اب عبارت اسکی باقی نہیں رہی اور قریب حجرات شمالی کندہ ہے فی نوبۃ احمد بن محمد العارض اور نیچے اسکے علی احمد معمار کندہ ہے فقط

تمام ہوئی تاریخ دلچسپ

بقلم خاکسار ابو یوسف محمد الدین غنی

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY HYDERABAD-7

تاریخ طبع رنگینہ کلک گوہر سلک جواہر اسلاک امداد علی شاہ امداد شاعر منشی غلام الثانی الخادم اہل اللہ محمد یہ صاحب منعم انصاری تخلص بہ عارف

زفیض موج خاطر نکتہ پرور
سر رشتہ سخن گشتہ گفتا

مرتب گشت چون تاریخ ندرت
زہے این دور بین چشم عبرت

۱۳ ھ ۱۳

نام کتاب	قیمت
مشکوٰۃ شریف	۱۰؍۱۲ر
ابوداؤد نہایت صحیح بحواشی جدیدہ زیر طبع ہے	۰
ابن ماجہ فاروقی	۶؍ر
سنن نسائی	۸ر
صحیح مسلم مترجم	۵ر
سنن ترمذی مترجم	۷ر
سنن ابوداؤد مترجم	۷ر
نسائی مترجم	۷ر
ابن ماجہ مترجم	۳ر
فیض الباری ترجمہ صحیح بخاری پارۂ اول	۱۲ر
ایضاً پارۂ دوم	۱۱ر
ایضاً پارہ سوم لغایت پارہ ہفتم فی پارہ	۱۴ر
ایضاً پارۂ ہشتم	عہ ر
بلوغ المرام لاہوری	۶ر
ایضاً مترجم	۹ر
مجالس الابرار	۸ر
مجمع الزوائد حصہ اول	۸ر
دار قطنی	۷ر
سبل السلام شرح بلوغ المرام	۸ر
تلخیص الحبیر	۷ر
ادب المفرد امام بخاری رح	۳ر
مسند امام شافعی رح	۳ر
قصیدہ نونیہ	عہ ر
کتاب الایمان ابن تیمیہ	۳ر
شرح کتاب التوحید	۶ر
موطا امام مالک مجتبائی	۳ر
مسویٰ مع مصفّٰی	۱۲ر
ترجمہ ریاض الصالحین	۱۲ر
طریق النجاۃ ترجمہ صحاح المشکوٰۃ در چار حصہ	۸ر
سلیقہ ترجمہ ادب المفرد	۳ر
کشف المغطا ترجمہ موطا مالک رح	۱۲ر

نام کتاب	قیمت
مشارق الانوار اردو	۱۲ر
منبہات ابن حجر نظامی	۴ر
حصن حصین مترجم لاہوری	۸ر
سفر السعادۃ	۹ر
جزء رفع الیدین امام بخاری رح	۱ر
جزء القراءۃ امام بخاری رح	۲ر
الحزب المقبول مترجم	۴ر
غنیۃ الطالبین مع فتوح الغیب	۲ر
ایضاً کشوری	۳ر

کتب تصوف

نام کتاب	قیمت
احیاء العلوم مصری	۱۷ر
علم الکتاب۔ یہ کتاب حضرت میر محمدی خواجہ میر درد علیہ الرحمۃ کی نہایت عمدہ اور بالتحقیق مبسوط کتاب ہے	۵ر
الدر المنظوم فی ترجمہ ملفوظ المخدوم۔ یہ کتاب حضرت مخدوم جہانیاں علیہ الرحمۃ کے ملفوظات فارسی کا عمدہ ترجمہ ہے قیمت ہر دو جلد	۱۲ر
سر عشیرہ رحمت۔ اس کتاب میں علم تصوف کو اردو زبان میں خوب بیان کیا ہے	۱ر
مجموعہ مبدأ و معاد مجدد الف ثانی و اسرار الصلوٰۃ خواجہ میر درد علیہما الرحمۃ	۴ر
دیوان فارسی خواجہ میر درد قلمی نسخوں سے صحیح کر کے چھاپا گیا ہے	۸ر
دیوان اردو خواجہ میر درد رح	۴ر
فتوح الغیب اردو	۶ر
معمولات مظہریہ	۵ر
مقامات مظہریہ	۶ر
کمالات عزیزی اردو مع مجربات عزیزی مولانا شاہ عبد العزیز	۲ر
شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل	۴ر
منہاج العابدین	۴ر
تحفۃ الاحرار جامی رح	۴ر
سبحۃ الابرار۔ یہ کتاب بہت عمدہ ہے	۴ر

اعلان

اکثر لوگ خوشخطی ۔ کاغذ کی عمدگی چھاپے کی صفائی کو مطبع کے حسن وقبح کا مدار سمجھتے ہیں ۔ ہمکو اس سے انکار
نہیں کہ ان چیزوں کو حسن وقبح مطبع میں دخل نہیں ہی اور بدخل عظیم ہے لیکن ایک بڑی ضروری چیز
نظر انداز کیجاتی ہے ۔ وہ بکارآمد کتابوں کا چھاپنا اور صحیح چھاپنا ہے لیکن اسکو چاہیئے قوت ممیزہ اور استعداد علمی
ہم فخر کے طور پر نہیں بلکہ حسب مفحوائے واما بنعمة ربك فحدث اعلان کرتے ہیں کہ خدا کے فضل و
کرم سے ہمارا **مطبع انصاری** دہلی اس صفت میں اگر منفرد نہیں تو شاید سارے ہندوستان کے مطابع میں
صرف اتنے مماثل کہتا ہو گا جنکو ایک ہاتھ کی انگلیوں پر آسانی سے گن لیا جا سکتا ہی ۔ ہمنے اسبات کو اپنے اوپر
لازم کر لیا ہی کہ کام نہ ہو تو کچھ پروا نہیں اور کم ہو تو کچھ پروا نہیں مگر جو ہو اور جتنا ہو بکارآمد ہو اور اچھا ہو
خدا کا شکر ہے کہ ہم اسکی توفیق اور عنایت سے اسی رستے پر چل رہے ہیں اور انشاء اللہ آئندہ بھی اسی رستے
پر چلے جائینگے ۔ جو کتاب مسلمانوں کے دین اور اخلاق اور حسن معاشرت پر برا اثر کرے ہمنے نہیں چھاپی اور
انشاء اللہ چھاپیں گے بھی نہیں اگرچہ ہمکو طلائی حرفوں کے دام کیوں نہ دیئے جائیں ۔ ہم خدا کی اس مہربانی
کا شکریہ ادا نہیں کر سکتے کہ ہمکو ایسے اعوان و انصار مل گئے ہیں جو کھوٹے کھرے کو پرکھ لیتے ہیں اور
پرکھے پیچھے سونے کو کندن بنا دیتے ہیں ۔ رہیں عارضی اور عام طور کی صفتیں کاغذ و کتابت کی عمدگی وغیرہ وہ دوسروں
کو سہل الوصول ہیں تو ہمکو بدرجہ اولیٰ ۔ شاید ہم اپنے دعوی کے ثبوت میں اس امر کو بڑی جرأت سے پیش
کر سکتے ہیں کہ اگرچہ خود دہلی میں متعدد مطابع ہیں مگر مولانا مولوی نذیر احمد صاحب نے ہم میں کوئی بات تو
دیکھی ہی کہ وہ اپنی تمام مصنفات بالالتزام ہمارے ہاں چھپواتے ہیں چھوٹی چھوٹی کتابوں کا کیا مذکور ہے
انھوں نے اپنا ترجمۂ قرآن ہمارے ہاں چھپوانا شروع کیا ہی جو دین اور دنیا دونوں کے اعتبار سے بڑا
مہتم بالشان کام ہی جو لوگ مطبع کے حسن وقبح کو مولوی نذیر احمد صاحب کی نظر سے دیکھیں انکو چاہیئے
کہ ہمارے فائدے کی غرض سے نہیں بلکہ اپنے فائدے اور کتاب کے فائدے کی غرض سے ہمکو ہمارے
اقران پر ترجیح دیں اور بلا تامل اپنی کتابیں بھیجکر ہمارے کہنے کی تصدیق کر لیں +

المشتہر

محمد عبد المجید ۔ مالک مطبع انصاری دہلی چتلا دروازہ